Mukhtar Ahmed Khan B.A

٧٨٦

ضمیمہ سلسلہ نمبر (۱)

آستانہ پاک

حضرت

مولانا کمال الدین صاحب چشتی رح

پیران دھار

ترتیب کنندہ

ایم۔ ڈبلیو۔ خان دھاروی

پیش کردہ:۔ انجمن ضلع دھار ایم پی

کتبہ۔ ماسٹر محمد اسحاق قریشی اندور



ابجد کے حساب کا چارٹ

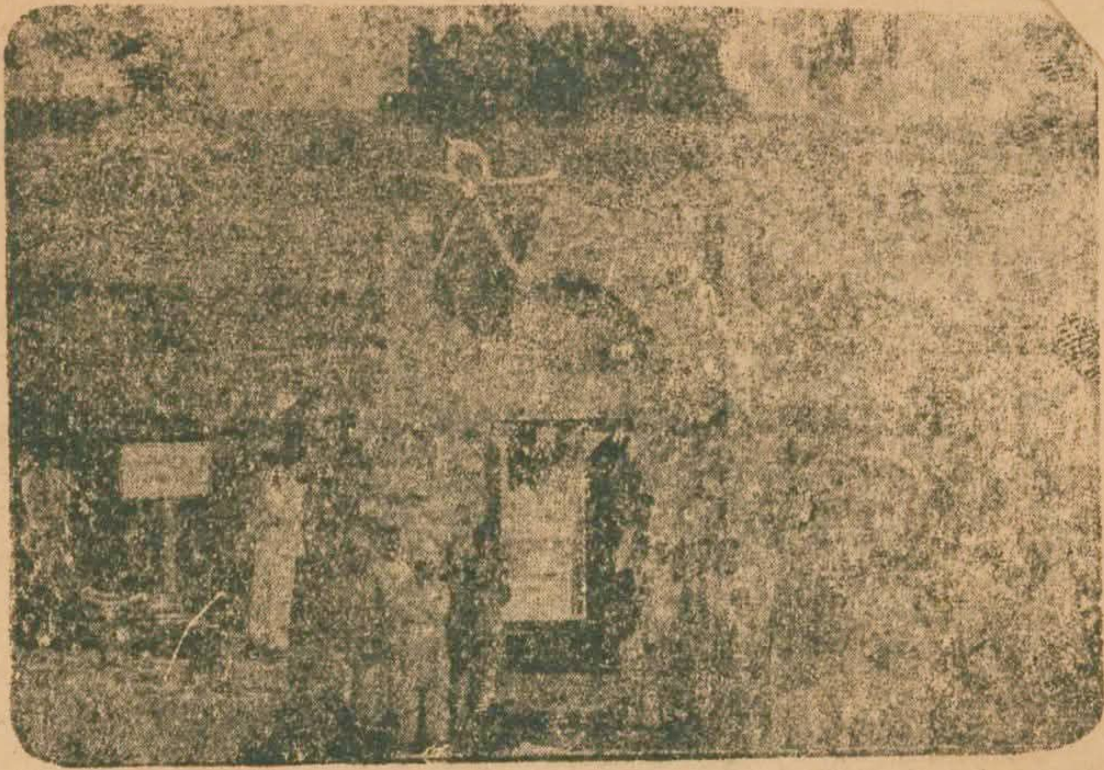
حرف	تعداد	حرف	تعداد	حرف	تعداد
ا	۱	ی	۱۰	ق	۱۰۰
ب	۲	ک	۲۰	ر	۲۰۰
ج	۳	ل	۳۰	ش	۳۰۰
د	۴	م	۴۰	ت	۴۰۰
ہ	۵	ن	۵۰	ث	۵۰۰
و	۶	س	۶۰	خ	۶۰۰
ز	۷	ع	۷۰	ذ	۷۰۰
ح	۸	ف	۸۰	ض	۸۰۰
ط	۹	ص	۹۰	ظ	۹۰۰
—	—	—	—	غ	۱۰۰۰

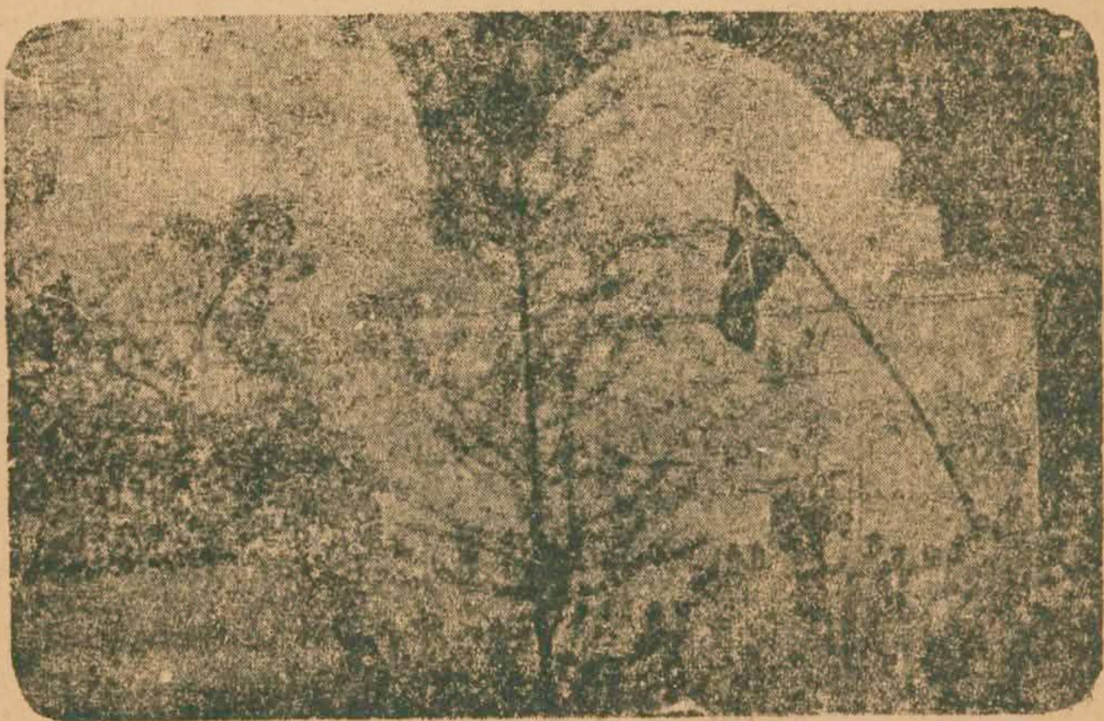
نقل اصل کتبہ

بعہدِ دولت محمود شاہ بن سلطان
کہ ضبط ملک جہاں حق بدو میسر کرد
بشہر دھارہ مساجد کہ بود دیرینہ
کہ جورِ دورِ سپہرش خراب و ابتر کرد
نمودہ خان فلک منزلت دلاور خاں
ز جملہ مالوہ را باز تازہ از سر کرد
(بسالِ) ہفت صد و پنج و نود بفضلِ خدا ۷۹۵ ہجری
عمارتش بحسنِ زیبا بہتر کرد

قابلِ غور و اہم نکات

ی بند برتن کا ڈھکن یا کسی بند مکان کا دروازہ کھولے بغیر نہ تو
تن کی چیز دستیاب ہو سکتی ہے اور نہ اس بند مکان میں داخل ہو
یا۔ چنانچہ جانب مغرب درمیانی محراب "قبلائی اور منبر" نیز جنوبی
بند دروازے کے اوپر قرآنی عربی آیتوں سے بلحاظ تعداد حرف دبلحا
حساب ابجد "مسجد ہذا کا سنہ تعمیر ۸۰۷ھ (۱۴۰۵ء) نیز بعہد سلطان
علاؤ الدین خلجی "مسجد ہذا" تعمیر ہوئی تھی صاف صاف اخذ ہوتا ہے





سلطان علاؤ الدین بادشاہِ دہلی کی اوّل یادگار

شاہی مسجد مولانا کمال الدین

برگزیدہ ہستی "جمالِ باکمال" حضرت مولانا کمال الدین صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ
کی دھار تشریف آوری کے ۱۴۴ سال بعد [illegible]ھ میں ملک مالوہ کا معقول بندوبست

ہونے اور تمام باغیوں پر فتح پانے کی یادگار میں، نیز یہاں عبادت گاہ کی اشد ضرورت محسوس ہونے سے بعہد سلطان علاؤالدین خلجی بادشاہ دہلی باہتمام عین الملک ملتانی گورنر مالوہ بزرگ ہستی "کامل ساجد" حضرت مولانا صاحب موصوف کے دست مبارک سے مسجد ہذا کا سنگ بنیاد رکھا گیا دو سال بعد ۷۰۶ھ (۱۳۰۷ء) میں ملتان کی "شاہی مسجد" کی طرز و شکل کی ۱۴۲ فیٹ چوڑی اور ۸۸ فیٹ لمبی آج سے پونے سات سو سال قبل یہ "شاہی مسجد مولانا کمال الدین" تعمیر ہوئی (فٹ نوٹ نمبر ۲)

مسجد ہذا کی عمارت بذات خود مسجد ہے

"شاہی مسجد مولانا کمال الدین" جوکہ اپنے اپنے مختصر نام "کمالی مولا مسجد" سے بھی مشہور ہے۔ اور چونکہ اس "شاہی مسجد" کی عمارت "قطب نما" تعمیر ہونا نیز اس میں بجانب مغرب شروع سے "درمیانی محراب" قبلائی و "منبر" کا قائم ہونا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ:-

اس شاہی مسجد کی عمارت بذات خود بھی مسجد ہے

بعہد سلطان علاؤالدین خلجی یعنی پٹھانی دور کے طرز و شکل کی تعمیر ہونا مسجد ہذا خود ہی کھلا ہوا نمونہ پیش کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں ملتان احمد آباد پیران کلیر گلبرگہ شریف اور دمشق وغیرہ دیگر مقامات پر اسی نمونے کی مسجدیں اکثر تعمیر ہیں۔ (فٹ نوٹ نمبر ۳)

جملہ "شاہی مسجد" کے کتبوں اور قرآنی عربی کتبہ آیتوں سے خود ہی ثابت ہے کہ بعہد سلطان علاؤالدین خلجی ۷۰۶ھ میں یہ "شاہی مسجد" تعمیر ہوئی تھی۔ نیز سنگ بنیاد کے ۹۱ سال اور تعمیر کے ۸۹ سال بعد ۷۹۵ھ (۱۲۹۲ء) بعہد سلطان محمود شاہ تغلق بادشاہ دہلی باہتمام دلاور خاں غوری گورنر مالوہ "مسجد ہذا" کی از سر نو مرمت بھی ہوئی تھی۔ جس کا اصل کتبہ موجود و محفوظ ہے (فٹ نوٹ نمبر ۳)

قبلائی ۱۴ فٹ مسجد ۸۸ ڈیوڑھی و دروازہ ۱۴ فٹ اسقدر کل لمبائی ۲۱۵ فٹ

. PRINTED BY "NAV SANGAM" INIF.A.L.RRESS. INDORE

۷۸۶

پیش لفظ

عرصہ سے ایسی کتاب کی تشنگی تھی جو دھار کی تاریخی قدیم عمارت کا ایک مرقع اور جامع تاریخ پیش کرے۔ کئی قدیم کتابوں کے اوراق مذکورہ بالا نظریے کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن یا تو ان میں تاریخ کا شیرازہ منتشر ہے نیز تسلسل قائم نہ رکھتے ہوئے کسی خاص منزل تک پہنچنا ممکن ہے۔ کہیں کہیں قدیم کتابوں میں جامع اور مکمل تاریخ اگر دستیاب بھی ہے تو عبارت اتنی دقیق اور فرسودہ ہے کہ "آج کل کے نوجوان ان کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتے" ابھی حال ہی میں کچھ کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں واقعات اس قدر توڑ مروڑ کر لکھے گئے ہیں۔ جن سے نہ صرف اصل مقصد مفقود ہوا ہے۔ بلکہ ان سے تعصب کی غلیظ ہوا کو اور تعاش کے لئے نئی راہ ملی ہے۔

اس ضمیمہ سلسلہ نمبر (۱) میں اس بات کی سعی بلیغ کی گئی ہے کہ واقعات جوں کے توں مستند کتابوں سے مدلل اور منقول اقتباسات کی مدد سے اس طرح پیش ہوں کہ ناظرین کرام دھار کی تاریخ سے نیز عمارات قدیم سے اچھی طرح واقف ہوں۔ کہاں تک کامیابی ملی ہے اس کا فیصلہ قدر دان صاحبان پر منحصر ہے

ان حضرات کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا ہے۔ اور میرے ساتھ اس صحیفہ کی تیاری میں مدد دی ہے نیز مستند صحیفوں کا بھی ممنون و مشکور ہوں۔

ترتیب کنندہ

۲۵ جنوری سنہ ۱۹۶۴ء

ایم۔ ڈبلیو۔ خان دھاروی

مدیر دلکش

شاہانِ دہلی کی مملکت مالوہ پر عملداری

غلام یزدانی" مانڈو دی سٹی آف جائے" کے صفحہ ۷ پر تحریر کرتے ہیں کہ "شاہانِ دہلی تیرہویں صدی کے ربع دوم میں اس وقت مالوہ آئے جب سلطان شمس الدین التمش نے مالوہ پر فوج کشی کی اور اوجین جو کہ اس زمانے میں مالوہ کا دارالسلطنت تھا فتح کیا

چنانچہ سنہ ۶۳۱ھ سے سنہ ۸۰۴ ہجری یعنی پونے دو سو سال تک یہ مملکت مالوہ شاہانِ دہلی کے ماتحت و تصرف میں رہی۔ مگر بعد انتقال مہاراجہ پودرانمل گورنر مالوہ۔ مالوہ میں بغاوت شروع ہوئی۔ نیز بعہد سلطان علاؤالدین خلجی چندیری۔ اوجین دھار اور مانڈو میں باغیوں نے بہت زیادہ سر اٹھایا رائے مہلک دیو اور اس کے پردھان کوکا نے اطاعت سے انحراف کیا نیز سمجھانے کے باوجود یہ راہِ راست پر نہیں آئے۔ اور سلطان علاؤالدین خلجی کو ناراض کر دیا۔

ملک مالوہ کے باغیوں کی سرکوبی

بحکم سلطان علاؤالدین خلجی عین الملک ملتانی معہ افواج کثیر تمام باغیوں کی سرکوبی کے لئے مالوہ آئے

باغیوں کا سردار رائے مہلک دیو اور اس کا پردھان کوکا چالیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے لیکر مقابلے کو آئے۔

مانڈو میں خونریز جنگ ہوئی۔ عین الملک ملتانی نے تمام باغیوں پر فتح پائی

رائے مہلک دیو اور اس کے پردھان کوکا نے بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن بھاگ نہیں سکے اور مارے گئے۔

عین الملک ملتانی نے مالوہ کا معقول بندوبست کیا۔ نیز چندیری اوجین دھار اور مانڈو میں با لشکر جرار حاکم مقرر کئے۔

یہ واقعہ ۱ جمادی الاول سنہ ۷۰۵ ہجری (۱۱ دسمبر سنہ ۱۳۰۵ء) کا ہے۔ عین الملک ملتانی گورنر مالوہ مقرر ہوئے۔ نیز سنہ ۱۳۱۶ء تک مالوہ کی صوبیداری پر یہی تعینات رہے۔ (دیکھو نوٹ نمبر ۱)

۱ - درمیانی محراب (قبلان) کے اوپر ابتدا میں "بسم اللہ شریف" کندہ ہے اور اس کے بعد "اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم" سے "واللہ سمیع علیم" تک آیۃ الکرسی کندہ کی گئی ہے

۲ - متصل سنگِ منبر کے شروع میں حسبی اللہ کندہ ہو کر بعدہ فذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین کندہ ہے۔

۳ - جنوبی بند دروازے کے اوپر پہلے "کلمۂ طیب" اور اس کے نیچے نام آئیہ اسم اعظم "یا حیی" "یا قیوم" کندہ ہے

پوری "بسم اللہ" کے ۱۹ حروف ہیں اور ان حروف کے بحساب ابجد ۷۸۶ عدد ہوتے ہیں۔ جس طرح ہر ہندو بھائی ہر چٹھی پتری اور تحریر کے پہلے "شری" لکھتے ہیں اسی طرح مسلمان ہر نامہ و پیام اور عبادت کے پہلے پوری بسم اللہ شریف کے مذکورہ بالا ۷۸۶ عدد اکثر لکھتے ہیں۔

تشریح بلحاظ تعداد حروف

درمیانی محراب قبلان کے اوپر کندہ کی ہوئی آیۃ الکرسی میں "لا" چار مرتبہ اور جنوبی بند دروازے کے اوپر شروع میں ـــــ "لا" ایک مرتبہ۔ اس طرح "لا" پانچ مرتبہ درج ہے۔ عربی میں اس لفظ "لا" کے معنی ہیں۔ نہیں یعنی صفر (۰) خالی۔ ان پختہ دلائل کی بنا پر بلحاظ تعداد حروف پوری بسم اللہ شریف کے عدد ۷۸۶ عدد نیز "شاہی مسجد مولانا کمال الدین" کے تعمیر سن ہجری کے ۷۰۶ عدد بدلائل اخذ ہوتے ہیں۔

پوری بسم اللہ شریف کے شروع میں اسم اعظم "بسم اللہ" ۷ حروف درمیانی "رحمٰن" کے ۴ حروف اور آخر میں "الرحیم" کے ۶ حروف ہیں

۱ - شروع آیۃ الکرسی "اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم" میں "اللہ (رتج) اللہ کے ۷ حروف۔ درمیانی "الحی" کے ۴ حروف اور آخر القیوم" ۶ حروف ہیں۔ اس کے بعد.........

۲ - لا تاخذہ سنۃ و لا نوم میں لا تاخذہ کے ۷ حروف۔ درمیانی سنۃ و کے ۴ حروف اور آخر میں و لا نوم کے ۶ حروف ہیں اس کے بعد ۳ - لا اکراہ فی الدین قد تبین میں لا اکراہ کے ۷ حروف آخر "فی" کے ۴ حروف اور قد تبین کے ۶ حروف ہیں۔ ماسوا عربی میں فی کے معنی بیچ، درمیان۔ بیچ۔ یعنی بیچ کو چھوڑ دیا نکالو۔ علاوہ ازیں فی تنہا

٣- جنوبی بند دروازے کے اوپر "کلمۂ طیب" کندہ ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ اوّل "لا الٰہ الا اللہ" کے ١٦٥ عدد ہیں اور دوسرے حصے "محمد رسول اللہ" کے ٤٥٤ کی میزان (١٦٥ + ٤٥٤ = ٦١٩ عدد ہوتے ہیں۔ ماسوا اس کلمہ طیب کے نیچے اسم اعظم "حیّ" اور "قیوم" کی میزان (١٨ + ١٥٦ = ١٧٤ عدد ہیں۔ نیز ہر ایک اسم اعظم کی اوسط ٨٧ عدد آتے ہے اور چونکہ (٦١٩ + ٨٧) = ٧٠٦ عدد ہی ہے

٤- بحساب ابجد خود "شاہی مسجد مولانا کمال الدین" کے کل ٧٠٦ عدد کا تاریخی صحیح و اصلی نام یعنی ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ چار مرتبہ کی بحساب ابجد تاریخی تکراروں سے خود ہی ثابت ہے کہ:-
"یہ شاہی مسجد مولانا کمال الدین ٧٠٦ ہجری میں تعمیر ہوئی تھی"

بحساب ابجد ١٦٥ و ١٩٦ عدد کی تاریخی اسناد

١- آیۃ الکرسی کے شروع "اللہ لا الٰہ ا" کے ١٦٥ عدد ہیں۔ ماسوا چھوٹی آیۃ الکرسی "ھو العلی العظیم" کے بعد "ھم فیھا خالدون" پر ختم ہوتی ہے۔ مگر محراب مذکورہ پر آیۃ الکرسی ھو العلی العظیم کے بعد درمیان میں "واللہ سمیع علیم" پر ختم پانا۔ یہ نہایت غور طلب مسئلہ ہے اور چونکہ "سمیع" اور "علیم" کی میزان (١٨٠ + ١٥٠) = ٣٣٠ عدد ہیں نیز ہر دو اسم اعظموں کی اوسط ١٦٥ آتی ہے۔ گویا محراب ہذا پر ١٦٥ عدد کی تکرار تین مرتبہ درج ہے

٢- منبر کے شروع میں "حسبی" کے ٨٠ عدد، اللہ کے ٦٦ عدد اور پوری بسم اللہ شریف کے ١٩ حروف کی میزان ١٦٥ عدد ہے۔ ماسوا منبر مذکورہ کے سب سے آخر میں مومنین کے خود ١٩٦ عدد ہیں

٣- جنوبی بند دروازے کے اوپر کلمہ طیب کے اوّل حصے کے ١٦٥ عدد ہیں اور ندائیہ اسم اعظم یا حیّ کے ٢٩ عدد اور یا قیوم کے ١٦٧ عدد کی میزان بھی ١٩٦ عدد ہی آتی ہے

٤- علادین کے ١٦٥ اور پورے علاؤالدین کے (مع الف لام کی علامت کے) ١٩٦ عدد کی مذکورہ بالا تکراروں سے بعینہ سلطان علاؤالدین خلجی

انڈر گراونڈ" خانہ و آبِ زلال

ایں ہر دو رواق و صحن و ایں گنبدِ دیر
باپردۂ سنگ و خانہ و آبِ زلال

(ترجمہ) یہ دونوں چھجے یہ دونوں آنگن (ایک باہر اور ایک اندر) یہ دونوں مقبرے اور ان میں داخل ہونے کے دو دروازے اور پتھروں کا احاطہ (چہار دیواری) نیز پتھر سے ہوئے صاف پانی کا مقام (خانہ و آب زلال) - اَتَل کنواں یعنی چھوٹی کوئیا (انڈر گراؤنڈ) یہاں تعمیر ہے

اظہارِ حقیقت

۱ ۔ "کمال محلے" (مانگ کھڑکی) کے تمام نوانات میں پانچ چھ مہینے پانی رہتا ہے۔ اور پھر وہ ہمیشہ سوکھ جایا کرتے ہیں - یہی حال "خانہ و آب زلال" کا ہے۔ "اَتَل" ع کے ساتھ مستعمل نہیں ہے بلکہ الف کے ساتھ استعمال ہوتی ہے اور "اتل" کے لفظی معنی ہیں "چھوٹے" کے۔ چنانچہ اپنے چھوٹے نام کی وجہ سے مخصوص طور پر اس "خانہ و آب زلال" کا نام "اتل کوئیا" مشہور ہوا۔

۲ ۔ "شاہی مسجد مولانا کمال الدین" کے اوپر گچی میں تین موریاں - ایک بجانب شمال اور دو بجانب مشرق نیز اسی سمت میں دو موریاں نیچے۔ ان عدد پانچ موریوں کا برساتی د ماوٹے کا پانی بذریعہ ایک نالی متصل گڑھا میں جمع ہو کر اور وہاں سے چھن کر "خانہ و آب زلال" یعنی "اتل کوئیا" میں نتھرا ہوا صاف پانی داخل ہوتا ہے جس کا بیان شعر نمبر ۳ کے مصرعہ ثانی کے آخر میں کندہ ہے جبکہ "اتل کوئیا" مذکورہ ہرگز ع کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں "خانہ و آبِ زلال" کو "علم کوئیا۔ گیان کنواں - بدھی کنواں" یا سرسوتی کوئیا یا وِسڈم ویل Wisdom Well کہنا زبردست غلط بیانی ہے

۳ - جیسا کہ اوپر درج کیا ہے کہ "کمال محلے" (مانگ کھڑکی) مارواڑ کے نام سے مشہور ہے چنانچہ یہاں کے تمام نہانات میں پانچ چھ مہینے پانی رہتا ہے اور پھر وہ ہمیشہ سوکھ جایا کرتے ہیں - اور یہی حال "خانہ و آب زلال" کا ہے - مسجد ہذا کو تعمیر ہوئے پونے سات سو سال گزر گئے کرونا مسلمانوں میں سے مندرجہ ذیل مصنفوں اور ان کے ہم خیال حضرات

نمبر	اسم اعظم	سیکڑہ	دہائی	اکائی	سنہ ہجری
۳	بسم اللہ شریف	لا اکبر کہ ۷	فی الی + فی ال ۸	قد تبیّن ۶	۷۸۶
	مسجد مرقوم	لا اکبر کہ ۷	فی الی - فی ال ۰	قد تبیّن ۶	۷۰۶
۴	بسم اللہ شریف	الہ + اللہ ۷	سمیع + علیم ۸	انفصام ۶	۷۸۶
	صدرہ مسجد	الہ - اللہ ۰	سمیع - علیم ۰	انفصام ۶	۷۰۶
۵	بسم اللہ شریف	اللہ + محمد ۷	رسول + رسول ۸	اللہ لا ۶	۷۸۶
	مذکورہ بالا مسجد	اللہ - محمد ۷	رسول + رسول ۰	اللہ لا ۶	۷۰۶

درمیانی محراب اور جنوبی بند دروازہ سے یہ پانچوں تکراروں سے صاف طور سے عیاں ہے کہ یہ شاہی مسجد سنہ ۷۰۶ ہجری میں تعمیر ہوئی تھی۔

بلحاظ حساب ابجد تاریخی اسناد

۱- منبر کے شروع میں "حسبی" کے بحساب ابجد ۸۰ عدد ہیں اور چونکہ درمیانی محراب کی پوری "بسم اللہ شریف" کے ۷۸۶ عدد ہیں سے ۸۰ عدد گھٹا دینے کے باقی ۷۰۶ عدد رہتے ہیں

۲- منبر ہذا پر "فَاِنّذکری" کی شروع ف اور آخر خالی ی یعنی فی کے ۹۰ عدد ہیں۔ ماسوا "تنفع + مومنین" کے (۶۰۰ + ۱۹۶) = ۷۹۶ عدد ہوتے ہیں۔ چنانچہ "فی سبیل اللہ" اور "فی امان اللہ" کی طرح اس "فی" کے ۹۰ عدد نکال دینے سے ۷۰۶ عدد بچتے ہیں۔ کیونکہ عربی میں "فی" کے لفظی معنی ہیں درمیان کے۔ اس لئے درمیان کو نکال دو۔ ماسوا "فی" تنہا کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً "فی کس- فی مرد اور فی قولہ وغیرہ (اشارہ)

سلطان علاؤالدین خلجی بادشاہِ دہلی کی دوسری یادگار

مقبرہ، بمسلم بھوج عبداللہ چنگال

شہر دھار میں "شاہی مسجد مولانا کمال الدین" ہی نہیں بلکہ اس "شاہی مسجد" کی تعمیر کے دو برس بعد "مقبرہ" "بمسلم بھوج عبداللہ چنگال" اسی سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد حکومت ۱۳۰۹ء میں تعمیر ہوا۔ (فٹ نوٹ نمبر ۵)

انکشافِ حقیقت

۱۔ "سفرنامۂ ابن بطوطہ" جلد دوم ۱۶۶ سال قبل ۱۷۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے صفحہ ۲۷،۲۶ پر درج ہے کہ "شہر دھار مسلمانوں کے عہد میں یہ شہر بہت بڑا تھا۔ اب بھی (یعنی آج سے ۱۶۶ سال قبل) سنگِ سرخ کی دو مسجدیں (اوّل شاہی مسجد مولانا کمال الدین اور ثانی لاٹ مسجد یعنی موجودہ مسلمانانِ دھار کی عیدگاہ) قائم ہے۔ یہ درج ہے۔

۲۔ تواریخ مالوہ جلد اوّل ۹۴ سال قبل ۱۲۸۹ ہجری میں شائع ہوئی۔ اس کے صفحہ ۲۰۷ پر صدرۂ "شاہی مسجد" درج ہے۔

۳۔ اس "شاہی مسجد" کا کل رقبہ ایک ایکڑ ہے۔ (دیکھو۔ دھار اسٹیٹ۔ جلد بندوبست ۱۹۲۸-۱۹۰۷ء یعنی ہر دو جلد بندوبست کے خسرہ نمبر ۲۵۸ اور نمبر ۳۱۳ پر ایک بیگھہ اور بارہ بسوہ یعنی ایک ایکڑ رقبہ درج ہو کر یہ "شاہی مسجد" مندرج ہے

۴۔ کرنل ٹاڈ صاحب "مؤلف راجستھان" (آج سے ۱۳۵ سال پہلے ۱۸۲۹ء کی تحقیق کے مطابق مولوی امیر احمد صاحب علوی بی۔ اے کاکوری ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و جج نیمچ چھاؤنی آج سے چالیس سال سے بھی زیادہ زمانہ گزر گیا تب یہ خود دھار آئے "کمال مولا مسجد" دیکھی اور اس "شاہی مسجد" کو اپنے "شاہان مالوہ" کے صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰ پر درج کیا۔ اسی طرح "لاٹ مسجد" دیکھی اور اس کا تذکرہ صفحہ ۱۴۱ اور ۱۴۳ پر تحریر کیا۔ بعدہٗ "دھوپ تالاب" کے اطراف میں راجہ بھوج کے مدرسے کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر بچشم دید دیکھے اور اپنے اسی مشہور "شاہانِ مالوہ" کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ پر صاف صاف درج کیا ہے۔

وقت اور کوئی قلعہ دھار میں موجود ہوتا تو لاکھوں روپیے خرچ اور برباد کر کے سلطان محمد شاہ تغلق اول بادشاہِ دہلی کو موجودہ "قلعہ دھار" ہرگز تعمیر نہیں کروانا پڑتا۔ یہ حقیقت ہے اور اس سے کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا

بھوج شالا ناپائیدار عمارت کے مقابلے میں نہایت پائدار۔ مضبوط۔ مستحکم اور پختہ "بھوج قلعہ" قائم نہیں رہ سکا۔ بلکہ ۱۳۴۴ء کے پہلے اور بہت پہلے مذکورہ بالا "بھوج قلعہ" نیست و نابود ہو چکا تھا۔ تو بھی "بھوج شالا" جو حقیقت میں "دھوپ تالاب" کے اطراف میں تعمیر تھی اس کا ٹوٹ پھوٹ جانا کوئی تعجب خیز امر نہیں۔

۷۔ "شاہی مسجد مولانا کمال الدین" کی مشرقی دیوار کے سہارے پتھر کی دو سلائیں چوکھٹ میں جڑی ہوئی مقفل رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں ایک پر "پاری جات منجری" عرف وجے شری ناٹک کے پارٹ کندہ ہیں۔ اسی کے انوواد ک مترجم شری اننت واہن واگنکر ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی ۱۹۴۳ء با اہتمام "بھوج پرکاشن دھار" کے صفحہ ۲ پر (یعنی مذکورہ بالا ناٹک کے چوتھے چھند کے پرتھم کھنڈ میں) درج ہے کہ:۔

"اس دھار انگری کے وستیرن (کشادہ) چار راج مارگ ہیں۔ اور ان پر چوراسی چوپاٹی ہیں۔ اور ان میں سے ایک وسترت پتھ (کشادہ راج مارگ) کے مکھیہ استھان (مخصوص مقام) پر شارداد دیوی کا پرشست بھون (جو سرسوتی مندر قائم) ہے اس بھون (عمارت) میں ہی اس ناٹکا (یہ ناٹک) کا یہ ابھی نے (اداکاری) کی جائے۔ (فٹ نوٹ نمبر ۷)

"شاہی مسجد مولانا کمال الدین" جہاں تعمیر ہے اس مقام سے کافی فاصلہ پر "دھوپ تالاب" اور مذکورہ بالا اس "کشادہ راج مارگ" کے درمیان بجانب جنوب "پنوار راجپوت خاندان کے ایسٹ دیوتا کا مندر" اور بجانب شمال "بھوج مدرسہ" تعمیر تھا۔ جس کا تذکرہ "پری جات منجری" ناٹک کے پہلے پارٹ کے چوتھے چھند کے پرتھم کھنڈ میں کندہ ہے

گویا یہ "کشادہ راج مارگ" بھوج قلعہ سے شروع ہو کر صدر "ایسٹ دیوتا کے مندر" اور "بھوج شالا" کے آگے سے گزر کر کالکا دیوی کے نام کے "پر جاتا تھا۔ علاوہ ازیں "بھوج شالا" کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر سنہ ۱۹۴۶ء تک موجود تھے۔ جس کے دیکھنے والے آج بھی موجود اور زندہ ہیں۔

مسجد ہذا تعمیر ہونا یقینی تاریخی شہادت ہے۔

کمال مولا با علاء الدین و بہ عین ال کی بحساب ابجد تاریخی اسناد

درمیانی محراب کے شروع میں اسم اعظم بسم اللہ کے بحساب ابجد ۱۶۸ عدد ہیں۔ اسی طرح "جمال باکمال" "کمال مولا، باعلاء دین اور بہ عین ال" یعنی ہر ایک اسم کے ۱۶۸ عدد کے دلائل سے بخوبی ظاہر ہے۔ یعنی "جمال باکمال یا کمال مولا" حضرت مولانا کمال الدین صاحب چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک سے مسجد ہذا کا سنگ بنیاد رکھا جانا۔ باعلاء دین سے بعہد سلطان علاؤالدین خلجی اور بہ عین ال سے باہتمام عین الملک ملتانی گورنر مالوہ شاہی مسجد مولانا کمال الدین کا ۷۰۶ھ میں تعمیر ہونا ثابت ہے۔

"بسم اللہ" اسم اعظم سے یہ جائے ساجد خداوند کریم کی عبادت کرنے اور ہر نماز ادا کرنے کی جگہ (سجدہ گاہ) ہونے کے ساتھ ساتھ ساجد حقیقی سجدہ کرنے والے جس کی پہنچ اللہ تعالیٰ تک ہوتی ہے۔ اور یہ ساجد خاصان خدا میں سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی خصوصیات کی بناء پر برگزیدہ ہستی "جمال باکمال" (کمال مولا) یعنی حضرت مولانا صاحب ممدوح کی دھار تشریف آوری کے ۱۴ سال بعد آپ کے دست مبارک سے ۷۰۴ھ میں اس "شاہی مسجد" کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

دو سال بعد ۷۰۶ھ میں مسجد ہذا کا کام اختتام کو پہنچا۔ چنانچہ اسی مناسبت سے یہ "جائے ساجد" آپ کے اسم گرامی "کامل ساجد" یعنی "کمال مولا" اس مختصر اسم شریف سے "کمال مولا مسجد" اور پورے اسم مبارک سے "شاہی مسجد مولانا کمال الدین" موسوم ہوئی۔ نیز آج بھی اسی مختصر "کمال مولا مسجد" اور پورے "شاہی مسجد مولانا کمال الدین" کے نام سے مشہور ہے۔

مقبرہ "مسلم بھوج عبداللہ چنگال" بھی دیکھا اور راجہ بھوج کے مسلمان ہونے کا ماجرا قلمبند کیا۔ چونکہ مہاراجہ بھوج عرف عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کا مدرسہ ایک علحدہ مقام یعنی "دھوپ تالاب" کے اطراف میں مسجد ہذا سے بجانب مغرب کافی فاصلہ پر تعمیر تھا۔

۵۔ تواریخ مالوہ جلد اول کے صفحہ ۲۰۵ پر درج ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی کی ساری عمر "ملک گیری" کرتے ہی گذری۔ تمام ہند میں اس کے نام کی دہائی پھری اب تک اس کا نام چھوٹے بڑے سب جانتے ہیں۔ سلطان علاؤالدین خلجی عرف علاؤالدین غوری یا "غوری شاہ" بادشاہ کے نام سے پکارتے تھے۔ باوجود جب ہندوستان کے مشہور مورخ پنڈت گوری شنکر اوجھا اجمیری اپنے "راجپوتانے کا اتہاس" پرتھم کھنڈ کے صفحہ ۲۰۴ پر اور کیپٹن ای بارنس دھار مانڈو گائڈ کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں کہ :۔ "عبداللہ چنگال کا مقبرہ پہلے سلطان علاؤالدین غوری نے بنوایا تھا اور ۸۵۹ھ (۱۴۵۵ء) میں سلطان محمود شاہ خلجی اول بادشاہ مالوہ نے اس کی از سر نو مرمت کی تھی"

سب کچھ ان ہردو مورخین کو اس سلطان علاؤالدین غوری کی ان دونوں یادگاروں کا علم ہوتے ہوئے دوسری یادگار (عبداللہ چنگال) درج کی ہے اور اول یادگار "شاہی مسجد مولانا کمال الدین" اس حقیقی اور پہلی یادگار کو صاف اڑا دیا ہے۔

۶۔ موجودہ شہر دھار کی آبادی کے باہر جنوب و مغرب کونے میں "نو سو سال سے مشہور و معروف تاریخی مقام کا مختصر نام "عبداللہ چنگال" اور "مسلم بھوج عبداللہ چنگال" اس پورے نام سے یہ آستانہ پاک شہرت پائے ہوئے ہیں۔ تواریخ مالوہ جلد اول کے صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶ پر درج ہے کہ :۔

حضرت شاہ چنگال رحمتہ اللہ علیہ بعہد مہاراجہ بھوج قدیم دھار نگر آئے اور "بھوج قلعہ" کے دروازہ سے پرے آکر اترے۔ مہاراجہ مذکور نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کا مکان اپنے قلعہ کے روبرو بنوایا۔ نیز بعد انتقال آپ یہاں مدفون کئے گئے۔ چنانچہ درگاہ "مسلم بھوج عبداللہ چنگال" مہاراجہ بھوج عرف عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے کے "بھوج قلعہ" کا دروازہ ہونے کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔ (فٹ نوٹ نمبر ۴)

زمانے کی گردش کے باعث نہایت پائدار، مضبوط، مستحکم اور پختہ "بھوج قلعہ" ۱۴۳۳ء کے بہت پہلے ٹوٹ پھوٹ کر نیست و نابود ہو چکا تھا اور چونکہ اس زمانے یعنی ۱۴۳۳ء میں دوسرا کوئی قلعہ موجود نہ تھا۔ اگر اس

یا اکیلے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً فی چیز - فی آدمی - فی روپیہ وغیرہ " اشارہ ہے "

۴- آیۃ الکرسی کے سب سے آخر میں (جالا) اللہ کے ۷ حروف درمیان سمیع اور علیم ہر اسم اعظم کے مساوی چار چار حروف اور ان فتاح کے ۶ حروف ہیں -

۵- جنوبی بند دروازے کے اوپر کلمہ طیب کندہ ہے - اس کلمۂ طیب کے دو حصے ہیں پہلا لا الہ الا اللہ اور دوسرا محمد رسول اللہ میں شروع الف (مع) محمد کے ۷ حروف ہیں درمیانی رسول کے ۴ حروف اور آخر میں اللہ (مع) لا کے ۶ حروف ہیں

بلحاظ تعداد حروف

پانچوں نکات کی مع بسم اللہ کے تشریح

نمبر	اسم اعظم	سیکڑہ	دہائی	اکائی	سنہ ہجری
	بسم اللہ شریف	بسم اللہ ۷	رحمٰن + رحمٰن ۸	الرحیم ۶	۷۸۶
	کمال ہوا مسجد	بسم اللہ ۷	رحمٰن - رحمٰن ۰	الرحیم ۶	۷۰۶
۱	بسم اللہ شریف	اللہ + الٰہ ۷	الحی + الحی ۸	القیوم ۶	۷۸۶
	مسجد بنا	اللہ + الٰہ ۷	الحی - الحی ۰	القیوم ۶	۷۰۶
۲	بسم اللہ شریف	لا تاخذہ ۷	سنۃ و + سنۃ ۸	ولا نوم ۶	۷۸۶
	مسجد مذکورہ	لا تاخذہ ۷	سنۃ و - سنۃ ۰	ولا نوم ۶	۷۰۶

کی قیاس آرائیوں کے مطابق کسی ایک مسلمان یا ہندو بھائی پر اس گوئیاں کے پانی نے اپنی فیض یابی کا کوئی اثر آج تک نہیں ڈالا اور نہ آج تک کوئی مسلمان یا ہندو بھائی محض اس کوئیاں کا پانی پینے کے باعث سرسوتی گنگا یا سکھ (پجاری) بن سکا (اس کوئیاں کے پانی پر کوئی پابندی یا روک نہ پہلے کبھی تھی نہ اب ہے۔ آزادی کے ساتھ ہر مسلمان یا ہندو بھائی بہ شوق اس کوئیاں کا پانی پی سکتا ہے۔

یہ "خانہ دو آب زلال" کا برساتی و باولی کا پانی ہونے کے باعث بدمزہ ہے اور اس میں پانی اتنا کم رہتا ہے کہ نہ تو سب اس سے سیراب ہو سکتے ہیں اور نہ تمام نمازی وضو بنا سکتے ہیں۔ گویا نہ ہونے کے مانند ہے چنانچہ پانی کی کمی کے باعث ہی بوقت تعمیر مسجد ہذا درمیانی وسط صحن میں شرعی اصول کے مطابق حوض بنوانا پڑا۔ لہذا "اتل کوئیاں" کی طرح مذکورہ بالا شرعی حوض کو ہون کنڈ کہنا زبردست نادانی ہے۔

مندر اور نوانات

چونکہ زمانہ قدیم اور زمانہ جدید میں مندر کے متصل بڑے بڑے تالاب یا کنڈ کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ کثرت ہجوم بآسانی پانی پی کر سیراب ہو سکے۔ اور اشنان کر کے نیز پوتر (پاک) ہو کر دیوی درشن یا سرسوتی درشن کر سکے

ناپاکی کی صورت میں دیوی درشن یا سرسوتی درشن کرنا یا کسی مندر میں داخل ہونا آج بھی ہندو دھرم میں منع ہے۔ اور سخت ممانعت کے ساتھ منع ہے۔ جس کا قدیم ثبوت خود دھار میں کالکا کا تالاب، دھوپ تالاب، منترکنڈ نیز بھوج جھیل وغیرہ پنوار راجپوت خاندان کے راجگان اور مہاراجہ بھوج عرف عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی یادگاریں آج بھی قائم ہیں

یہی نہیں کالکا دیوی کا مندر اور موجودہ آشرم کے مندر کالکا تالاب پر نیز گنپتی مندر وچھتری گھاٹ کے مندر منج تالاب پر تعمیر ہو کر جھر نیا کنڈ۔ دھار لیشور کا کنڈ اشٹ شمبھو مندر کی باوڑی اور گوپال مندر وغیرہ کی باوڑیاں چشم دید شہادتیں موجود ہیں

اگر کسی قسم کا بڑا کوئی قران ہوتا تو اس شاہی مسجد کے "وسط صحن" میں شرعی اصول کے مطابق "پختہ حوض" تعمیر کروانے کی ہرگز ضرورت پیش نہیں آتی۔ ماسوا "بالائی جات منجری" عرف دو بیج شری نامک کے پہلے پاٹ کے چھ تھے چھند کے تحت کھنڈ میں کنڈ "جنوب سے شمال" یعنی "بھوج قلعہ سے کالکا ناکے تک" جانے والے مشہور و معروف مرکاری "کشادہ راج مارگ" پر "شاہی مسجد" ہرگز تعمیر نہیں ہے۔

کمال مولا مسجد کی حفاظت

۱۔ سنہ ۱۳۰۷ء سے سنہ ۱۷۳۲ء یعنی سوا چار سو سال تک یہ "شاہی مسجد" "شاہان اسلام" کی حفاظت میں رہی۔ نیز از سرنو مرمت کے بعد سنہ ۱۴۰۱ء میں بعہد سلطان دلاور خاں غوری خود مختار بادشاہ مالوہ اس شاہی مسجد کے لئے ساڑھے آٹھ سو بیگھ معافی آراضی کی سند عطا فرمائی۔ مذکورہ بالا شاہی سند کی آمدنی سے تقریباً ساڑھے تین سو سال تک کے طویل عرصہ میں ہر سال وقتاً فوقتاً مسجد ہذا کی مرمت ہوا کرتی تھی۔ گویا اس معافی آراضی کی آمدنی کی بدولت صدرہ مسجد کی یہ شاندار عمارت قائم بھی رہ سکی۔ نیز اسی کی آمدنی سے محافظ، چوکیدار، جاروب کش، موذن اور پیش امام وغیرہ ملازموں کو تنخواہیں دی جایا کرتی تھیں۔

یہ عمل درآمد سلطنت مغلیہ کے آخر دور تک قایم رہا۔ مگر سنہ ۱۷۳۲ء سے دبقہ ہندو ریاست قائم ہو جانے کے بعد رفتہ رفتہ مذکورہ ساڑھے آٹھ سو بیگھ زمین کا بہت بڑا حصہ مالی واڑے کے نام سے خانگی و اسی قسم کے دیگر مدوں میں منقسم ہو گیا۔

سنہ ۱۳۰۷ء سے سنہ ۱۷۳۲ء یعنی سوا چار سو سال تک بلا ناغہ ہر روز نماز پنجگانہ، ہفتہ وار نماز جمعہ، ہر رمضان شریف کی نماز تراویح اور ہر عیدین کی نماز ادا۔ حاصل مقصد یہ ہے کہ ہر قسم کی نماز و عبادت مسلسل اس مسجد کے اندر ادا ہوتی رہی ہے۔ بزرگان دین، شاہان سلف، اراکین سلطنت نیز ہر ادنیٰ و اعلیٰ یعنی چھوٹے بڑے سب مسلمان کروڑوں کی تعداد میں یہاں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ بہ اطمینان ہر نماز ادا کرتے رہے ہیں۔

بہ زمانۂ عالمگیر —— اصل نقل شاہی مسجد

(مسجد ہذا کی سنہ ۱۳۹۲ء میں از سر نو مرمت کے ۲۷۳ سال بعد سنہ ۱۶۶۵ء میں) حسب ذیل شاہی سند روزانہ خرچ کے لئے پیش امام، موذن اور جاروب کش وغیرہ کو دی گئی۔

۲۔ پروانہ بمہر اسلام خان از فرمانروائے نوازدہم (۱۹) رجب المرجب سنہ ۱۰۷۶ھ جلوس سمت سنہ مالوی بروز بدھ ۲۶ جنوری سنہ ۱۶۶۶ء آنکہ متصدیان حال و استقبال پرگنہ دھار سرکار مانڈو صوبہ مالوہ متعلقہ جاگیر سرکار بدانند بہ ظہور ست

چونکہ بموجب اسناد حکام سابق مبلغ شش سکہ عالمگیری الومیہ از تیر ابواب فوجداری پرگنہ دھار بنام عبدالکریم امام وغیرہ خدمات مسجد جامع و دقیق دھار متصل درگاہ شاہ کمال مقررہ است۔ لہذا مبلغ مذکورہ بطریق مستور سابق بدستور روزنامہ تام برده حسب المعروض بشرط تقدیم خدمات مسجد مذکور بحال و واگذاشتہ شد کہ باید وجہ روزانہ مستورہ در تحت ضمن بموجی علیہ وغیرہ از تیر ابواب فوجداری آں جا تنخواه داد باشند آں را صرف بانجام خود نمودہ خدمات باجوبہ مسجد مرقوم بتقدیم میرسانیده باشد۔ درایں باب تاکید دانند بخشش لوازمی شش بیگہ عالمگیری کہ نصف آں سہ (تین) سکہ فی الیومیہ از محصول تیر ابواب فوجداری پرگنہ دھار محالی سرکار گرامی بنام عبدالکریم وغیرہ خدمات مسجد جامع واقع دھار متصل درگاہ شاہ کمال بموجب فرد دستخطی بدستور سابق بحال شد بشرط تقدیم خدمات مسجد مذکورہ از ابتدا نوازدہم (۱۹) شہر رجب المرجب سنہ ۷ جلوس تنخواه مجاداده باشند

مہر

شیخ الہ بخش ولد عبدالغنی
موذن نواسہ شیخ عبدالعلی
نثر بوبا سالہ ۲۵

شناخت نمودہ
شیخ عبدالکریم ولد عبدالغنی
نقل کنندہ
عرف اللہ خان ہائی کورٹ فرسٹ کلاس پلیڈر
دھار اسٹیٹ (مالوہ)
مورخہ ۲ جولائی سنہ ۱۹۳۵ء

شاہی سند ثانی سنہ ۱۲۹۶ء ۳ جولائی

باہم شیخ نورالدین خادم مقبرہ مغفورہ بیگم صاحبہ علیہا الرحمہ آنکہ چوں در قصبہ دھار سرکار مندو مضافات بصوبہ مالوہ میاں روضہ منورہ قدوۃ الواصلین زبدۃ المحققین بندگی شیخ کمال الدین مالوی کہ از فرزندان قطب الاقطاب حضرت بندگی شیخ فرید گنج شکر اناراللہ برہانہ قدس سرہ العزیز مقبرہ مرحومہ بیگم صاحبہ علیہا المغفرۃ واقع شدہ خدمات مقبرہ مسطورہ بنام شیخ کلے خاں نبیرہ حضرت بندگی شیخ کمال الدین مذکورہ تفویض یافتہ چنانچہ دریں باب نشان عالیشان صد و پنجاہ بیگہ زمین در وجہ مدد معاش بافرزندان در صدر پنج نقد بجہت خرچ مدد از سرکار در انتہاد عالی متعالی

مختار احمد خان بن علی یار خان، خان نانا مجیم ۲/۵/۱۹ سر اں دھار /

مرحمت گشتہ مشارٌالیہ تامدہ حیات خدمات آنجا تقدیم رسانید و زمین کہ عطا شدہ متصدیان و زمینداران پرگنہ در چک بندی آن نداد نہ در این اثنا شیخ مشارٌالیہ بقضائے الٰہی فوت شدہ و شیخ نور الدین پسر خلف الصدق طلع حسب المامور در تقدیم خدمات مقبرہ مقید و سرگرم است چنانچہ روشنائی و جاروب کشی و سقائی مدام می نماید و درین علت بعدم استطاعت خرچ اردوے معلے نتوانست بحضور فیض گنجور رسید اکنوں مطابق مراعات صوری و معنوی و استجابت دعوات لشکر دعا امیدوار است کہ از تاریخ تحریر نشان والا نحیق خود ممتاز گشتہ زمینے کہ مرحمت شدہ است در موضع مالیواڑہ کہ عین قصبہ و متصل مقبرہ واقع است تنخواہ یابد با عوض آن وجہ مومیہ مرحمت گردد۔ تحریر فی التاریخ یازدہم شہر ذی حج ۳۹ سنہ جلوس مقدس معلے۔

شہادت علی تصدیق المضمون

بیان ہذا التصدیق — انی شاہد علیہ

مہر عالمگیر شاہ غازی عبد الرحمن — مہر اورنگ زیب عالمگیر — مہر عالم گیر شاہ فدوی جعفر بیگ — چھوٹی مہر

احقر العباد عنایت اللہ بر مضمون مسطور مطلع است — احقر عبد الصمد حسب مسطور شاہد است

چھوٹی مہر — چھوٹی مہر — مہر عالم گیر شاہ فدوی میر جعفر

ترجمہ اصلی سند

مہاراجہ شری کماوسدار حال پرگنہ دھار

بحب ریاست صاحب جاہ کھنڈے راؤ پنوار (مہاراجہ دھار) سے ۱۲۰۵ھ (سنہ ۱۷۹۰ع) میں شیخ عبد الغنی درگاہ مولانا کمال الدین صاحب کے متولی کے دھار مقام پر ظاہر کیا کہ تربھ سوروپ راجہ شری یشونت راؤ پنوار (مہاراجہ کھنڈے راؤ کے والد۔) نے قصبہ مذکورہ کی سایر کی آمدنی میں ۲ آنے یومیہ اور موضع مالی واڑہ میں انعامی زمین ڈیڑھ سو بیگھہ تدامت سے عطا کر رکھی ہے

وہ میاں میں ملا بھاؤ شنکر نے اس انعامی زمین پر ایک سو روپیے پیشکش دگاو دی گئی ہے۔ اب صرف ۲ آنے یومیہ ہی دی جاتی ہے۔ قصبہ مذکورہ دھار

کے ظاہر کئے ہوئے میں سے تیرتھ سوروپ کی سند اور ماتوشری شکرا بائی کا تاکید تیر بھی بجنسہ ہے اس میں پیش کش نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر کہ قصبہ مذکور کی سائر میں سے ۲ روپیہ اور انعامی زمین ڈیڑھ سو بیگھہ جو قدامت سے جاری ہے اسی مطابق جاری رکھنا ہم نے بھی منظور کیا ہے۔ چنانچہ سال در سال اوپر لکھے ہوئے مطابق نسلاً بعد نسلاً جاری رکھا جائے۔ اس میں اصل سند کے بعد کا حکم دلیل حجت بنایا جائے۔ اس حکم کی نقل رکھ کر یہی حکم مشار الیہ (صاحب سند) سنداً دیا جائے۔ بدھ - ۲۲ - مہر (مرتب شد)

شری یشونت راؤ اول سنہ ۱۷۴۹ء سنہ ۱۷۶۱ء تک اور شری کھنڈے راؤ پنوار سنہ ۱۷۶۱ء سے سنہ ۱۷۸۰ء تک نیز مہارانی ماتوشری شکرا بائی نے سنہ ۱۲۰۵ھ (سنہ ۱۷۹۰ء) میں سند مذکور عطا کی۔

حضرت مولانا کمال الدین صاحب کے مزار اقدس کے متولیوں کو ریاست دھار کی جانب سے مہاراشری یشونت راؤ صاحب نے اور ان کے بعد مہاراجہ شری کھنڈے راؤ نے اور ان کے بعد مہارانی ماتوشری شکرا بائی صاحبہ نے یکے بعد دیگرے سندیں عطا کیں۔ ان تمام اسناد کے حوالوں سے شیخ عبدالغنی کوہراکھی رستم الخطیب اہد بارہ دھار نے سند مذکور عطا فرمائی ہے

یہ ڈیڑھ سو بیگھہ معافی آراضی حضرت مولانا کمال الدین صاحب مسجد ہذا درج ہوتی چلی آئی ہے۔ یعنی سلسلہ بہ سلسلہ دھار اسٹیٹ جلد بندوبست سنہ ۱۹۰۷-۸ء اور سنہ ۱۹۲۷-۲۸ء میں خسرہ نمبر ۲۵۸ اور ۱۳۱۳ پر یہ "شاہی مسجد" مندرج ہے

ہندو ریاست اور مسجد ہذا

سنہ ۱۷۳۲ء سے سنہ ۱۹۰۷ء یعنی ۱۷۷ سال تک مسجد ہذا حضرت مولانا کمال الدین رح کے موروثی متولیوں کی حفاظت میں رہی۔ نیز متولی مولانا موصوف اس شاہی مسجد کے پیش امام و موذن رہے ہیں۔ ان متولیوں کے خاندان میں سے قاضی فیض الدین و قاضی دیدار الدین آج حیات ہیں اور یہی مولانا صاحب ممدوح کے موجودہ متولی ہیں

مہاراجہ یشونت راؤ اول اور مہاراجہ شری کھنڈے راؤ اور مہارانی ماتوشری

شکرا بائی نیز دربار دھار کی جانب سے یکے بعد دیگرے جو سندیں ملی ہیں
ان تمام اسناد سے خود بخود ثابت ہے کہ :-

۱۷۳۳ء سے ۱۹۰۴ء یعنی ۱۷۲ سال تک سابق دستور مطابق ہر روز
نماز پنجگانہ - ہفتہ وار نماز جمعہ - ہر رمضان شریف کی نماز تراویح اور ہر عیدین
کی نماز و عبادت مسجد مذکورہ کے اندر بلاناغہ ادا ہوتی رہی ہے۔

مسجد ہذا ۱۹۰۴ء سے محکمہ قدیمہ میں آجانے کے بعد گورنمنٹ ہند
و ریاست دھار کی جانب سے اس شاہی مسجد کی حفاظت کے واسطے
مسلمان چوکیدار ایک کے بعد ایک ۱۹۳۷ء تک تعینات ہوئے - جو مسجد مرقوم
کی حفاظت کرنے کے علاوہ ساتھ نماز پنجگانہ کی اذانیں بھی یہی چوکیدار دیتے
آیا ہے قدیمہ میں شامل ہونے کے بعد پہلا چوکیدار عبداللہ شاہ دوسرا قاضی
شرف الدین تیسرا قاضی زین الدین چوتھا قاضی فضل الدین ان کے فوت
ہو جانے کے بعد پانچواں چوکیدار مسلمان نظر خاں تعینات تھا - یہ نظر خاں
سنہ ۱۹۳۷ء میں فوت ہو گیا -

نظر خاں کے فوت ہو جانے کے بعد بجائے مسلمان چوکیدار کے ہندو
چوکیدار مقرر ہوتے ہیں - ماسوا مذکورہ بالا مسلمان قاضی چوکیدار کے
خاندان میں سے قاضی انوار الدین اور قاضی بشیر الدین آج حیات ہیں

کے - جی - ناڈکر - دیوان دھار

دیوان دھار مسٹر کے - جی - ناڈکر پریسیڈنٹ آف کونسل ہندو ہونے کی بنا پر
یہ ہندوؤں کے بے حد دلدادہ تھے - ان ہی زمانے یعنی ۱۹۳۶ء میں
"ہندو مہاسبھا" کی شاخ دھار میں قائم ہوئی -

دیوان دھار اپنی وزارت کی بقا کے لئے انگریزوں کو راضی و خوش رکھنا
نہایت ضروری سمجھتے تھے - چنانچہ ان سے دوستی و زیادہ ربط و ضبط بڑھانے
کی خاطر ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے - خود غرضی کے مد نظر ایک نہ ایک انگریز کو
روزانہ مہمان بنائے رکھنا ان کا مشغلہ تھا - مہمان نوازی کے تمام اخراجات
ریاست دھار کو برداشت کرنا پڑتے تھے -

انگریزوں سے زیادہ ربط و ضبط نیز ان کی ہمیشہ کی صحبت کے اثر سے -
"ڈیوائڈ اینڈ رول" یعنی تفرقہ ڈالو اور لڑاؤ کے پیش نظر اسی جستجو میں مشغول رہا کرتے
تھے - آخر کار انگریزوں کی خوشنودی نیز اپنے ہم قوم ہندو بھائیوں کو راضی و خوش

کرنے کے لئے ۱۹۳۵ء میں اندرونِ فلتۂ مسجد یعنی مسجد ہذا کے باہر "بھوج شالا" کا بورڈ آویزاں کر دیا گیا۔ ماسوا کیبینٹ کے تمام ممبر ہندو ہونے کے باعث ان کے ہم پلہ اور معاون بن گئے۔

مسلمانانِ دھار میں اس سے بے حد بے چینی پھیلی۔ احتجاج کیا اور عرضداشتیں گزرائیں۔ نیز ہندوستان کے ہر اطراف کے مسلمانوں میں اس کی اطلاعیں پہنچائیں۔ "دین دنیا۔ اسلامی دنیا۔ الجمعیۃ۔ اقدام اور مدینہ وغیرہ اخبارات میں مسلسل احتجاجی مضامین شائع ہوتے رہے۔

حضرت مولانا سید محمد حسین صاحب صدر صوفیہ جمعیۃ علمائے ہند نے تمام مسلمانوں کی معلومات کی خاطر "دھار کی مسجد کا فتنہ" کے نام سے ۲۴ صفحات کی ایک کتاب شائع کروا کر مفت تقسیم کیں۔ اس کتاب کے آخری صفحہ ۲۴ پر درج ہے کہ:۔

۱۔ مسجد ہذا پر "بھوج شالا" کی تختی لگانے کا دیوان دھار کو کیا حق حاصل ہے

۲۔ گورنمنٹ ہند نے صدرۂ مسجد پر "بھوج شالا" کی تختی لگانے سے دیوان دھار کو کیوں نہیں روکا؟

۳۔ حکومتِ ہند ہمیں بتائے کہ ملکۂ وکٹوریہ کے اعلان کے خلاف دیوان دھار اس مسجد پر "بھوج شالا" کی تختی لگا کر مذہبی مداخلت کیوں کر رہا ہے؟

۴۔ ملکۂ وکٹوریہ کے اعلان کی روشنی میں حکومت ہند نے دیوان مذکور کو کیا سزا دی ہے؟

۵۔ کیا لارڈ ولنگڈن وائسرائے ہند کی حکومت کا فرض نہیں ہے کہ "اس مذہبی مداخلت سے دھار کی مظلوم رعایا کو نجات دلائے"

جب دیوان مذکور کو علم ہوا کہ مسجد ہذا ۱۳۰۷ء میں تعمیر ہوئی ہے اور ۱۳۹۲ء میں اس کی از سرِ نو مرمت ہوئی ہے لہٰذا اپنے پریسیڈنٹ آف کونسل کے "فل پاورس" کے تحت ۲۴ اگست ۱۹۳۵ء کو دھار اسٹیٹ گزٹ ۲ میں شائع کیا کہ "اس محفوظ شاہی عمارت (مسجد) میں جس طرح اس وقت نماز ادا کی جاتی ہے اور اس کے لئے کوئی روک نہیں ہے ویسے ہی آئندہ بھی اس میں نماز پڑھنے کی ممانعت نہ ہوگی۔ یہ مسجد ہے اور آئندہ بھی مسجد ہی رہے گی۔ (فٹ نوٹ نمبر ۲)

نوٹ: ۱۔ کے۔ جی۔ ناڈکر پریسیڈنٹ آف کونسل ہونے کی حیثیت سے با اختیار تھے یعنی مہاراجہ دھار کو جو فل پاورس تھے وہ تمام اختیارات دیوان مذکور کو حاصل تھے۔ دیکھو دھار دھار اسٹیٹ گزٹ جلد ۵۳۔ انک ۱۷۔ پارٹ ایک۔ سنیچر ۳۰ جنوری ۱۹۳۲ء
دھار اسٹیٹ گزٹ جلد ۵۷۔ انک ۷۔ پارٹ ایک۔ سنیچر ۲۴ اگست ۱۹۳۵ء

دوسرا ناطق فیصلہ

(پولیٹیکل ایجنٹ کا اندور کے وفد کو جواب

مسلمانوں میں اطمینان

مسلمانوں کا ایک وفد لندن کے خالد شیلڈرک کی سرکردگی میں ۱۵ر نومبر سنہ ۱۹۳۵ء کو پولیٹیکل ایجنٹ مسٹر فریزر صاحب سے ملا۔ انھوں نے کہا کہ "بھوجشالا کا نام بھوجشالا ڈیرے سے نکال دیا ہے" اور انھوں نے یہ فرمایا کہ "مسجد (مولانا کمال الدین) کو پورے طور پر مسلمانوں کی نماز ادا کرنے کی جگہ تسلیم کرلیا گیا ہے"

دوران ملاقات میں اندور کے مسلم وفد نے مسٹر فریزر پولیٹیکل ایجنٹ صاحب سے مسجد ہذا کے سنہ ۱۳۰۷ء تعمیر ہونے سنہ ۱۹۶۲ء میں اس کی از سر نو مرمت ہونے کا تفصیل وار تذکرہ بھی کیا تھا۔
(دیکھو ڈیلی اسٹیٹ مینڈ ۱۸ر نومبر سنہ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۷)

حضرت پیر ابراہیم صاحب دھاروی

آپ سنہ ۱۸۵۷ء میں تولد ہوئے تھے۔ ۱۶ سال کی عمر میں مرید ہوئے۔ پچیسویں سال کی عمر میں دسائی جاگیر میں بعہدہ تحصیلدار مقرر ہوئے۔

حضرت پیر صاحب موصوف حضرت مولانا بہاؤالدین نقشبندی کے خلیفہ تھے آپکو چاروں خاندانوں میں بیعت کرنے کا مجاز تھا۔ مسلمانوں کے علاوہ بہت سے ہندو صاحبان بھی آپ کے مرید ہوئے۔ قابل ذکر عقیدتمند ہندو مرید صاحبان حسب ذیل ہیں۔

۱- جناب ماسٹر پی - این - بینرجی صاحب - سابق دیوان ریاست دھار
۲- " بابو - ایم - این - بینرجی صاحب - (دیوان مذکور کے چھوٹے بھائی) اوورسیر دھار
۳- " " بھوت ناتھ صاحب سین - اسسٹنٹ انجینیر - پی - ڈبلیو - ڈی - دھار
۴- شریمنت سردار ساکراجی راؤ صاحب مہاڑک راجہ مہاراجہ دھار
(آپ مرید نہیں طالب ہوئے تھے)

سنہ ۱۸۶۸ء میں جب آپ نے ہوش سنبھالا تب سے ہی نہایت ذوق و شوق کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کردی۔ چودہ پندرہ سال یعنی سنہ ۱۸۸۲ء تک آپ دھار ہی میں مقیم رہے۔ نیز وقتاً فوقتاً آپ اسی شاہی مسجد کے اندر

اکثر نماز پنجگانہ ادا کرتے رہے۔
دسائی جاگیر میں ۳۰ سال تک ملازم رہے۔ ۳۰ سال کے طویل عرصہ میں ہر سال جب جب دھار آکر آپ قیام فرماتے حضرت مولانا کمال الدین صاحب کے روضۂ انور پر حاضری دیتے۔ فاتحہ پڑھتے۔ اور نماز پنجگانہ اسی مسجد کے اندر پڑھا کرتے بعد نماز عشاء مسجد ہذا میں عبادت و ریاضت کا سلسلہ شروع کر دیتے جو شب کے کسی حصے میں ختم ہوتا۔ آپ کا یہ معمول جب تک دھار میں مقیم رہتے ہمیشہ جاری رہتا۔

بروز جمعرات ۷ محرم ۱۳۳۰ھ (۲۸ دسمبر ۱۹۱۱ء) کو آپ نے رحلت فرمائی آپ کو خود کی ہڑوائی میں دفن نہ کرتے آپ کی وصیت کے مطابق مسٹر بابو بھوت ناتھ سین اسٹیٹ انجینیر نیز دیگر عقیدتمند مریدین نے اسی شاہی مسجد کے اطراف میں حضرت مولانا کمال الدین صاحب کے مقبرے کے آگے دفن کرا کر پختہ مزار بنوایا ہے جو آج بھی زیارت گاہِ خلائق ہے

۸ حضرت پیر مستان شاہ بابا

مشہور و معروف حضرت پیر رحیم علی شاہ صابر مستان شاہ عرف چھم چھم شاہ بابا سہاگی بابا سے دھار و ریاست دھار کے باشندے بخوبی واقف ہیں مسلمانوں کے علاوہ زیادہ تر ہندو صاحبان آپ کے مرید ہوئے اور آپ کو اپنا گرو مانتے رہے قابل ذکر ہندو مرید حضرات حسب ذیل ہیں

۱۔ مرحوم مہاراجہ شریمنت اودا جی راؤ صاحب پنوار ۔ والیٔ دھار
۲۔ " مہارانی ماتوشری لکشمی بائی صاحبہ دھار
۳۔ " مہاراجہ شریمنت ملہار راؤ صاحب والیٔ دیواس (چھوٹی پاتی)
۴۔ " شریمنت سیتو رام صاحب راجہ مہاراجہ (موجودہ مہاراجہ صاحب کے پدر بزرگوار)
۵۔ ماتوشری سیتا راجے صاحبہ " " کی والدہ ماجدہ)
۶۔ شریمنت راجہ آنند راؤ صاحب جوائی بوا (مرحوم مہاراجہ صاحب کے بڑے داماد)
۷۔ " سردار نارائن راؤ صاحب مہاڑک راجہ مہاراجہ دھار
۸۔ جناب سیٹھ نانا بھائی صاحب اندرو چھاؤنی
۹۔ دھار کے مشہور پہلوان جناب کھونڈے راؤ جی ۔ وغیرہ وغیرہ

آپ نے ہوش سنبھالا تب سے تقریباً ۷۰ سال کے طویل عرصہ میں ہر سال

کبھی دھرم پوری اور کبھی اوجین قیام فرماتے آپ جب بھی دھار آتے تو حضرت مولانا کمال الدین صاحب کے سامنے والے شاہی مقبرے نیز اس شاہی مسجد مولانا کمال الدین صاحب کے مشرقی داخلی دروازے کے اندر ڈیوڑھی پر مقیم رہتے۔

سال میں تین چار وقت بھنڈارہ کیا کرتے دھار کے تمام ہندو مسلمان مرید نیز دیگر اشخاص بھی شرکت فرماتے۔ مسجد ہذا کے اندر قرآن خوانی ہوتی۔ قرآن پاک ختم ہونے پر فاتحہ دی جاتی۔ اس کے بعد کھانا کھلاتے آپ کا یہ عمل ہر بھنڈارے کے وقت ہمیشہ جاری رہتا۔

پندرہ بیس چیلے فقیر ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا کرتے۔ یہ چیلے فقیر نکمال محلے (مانگ تھوڑکی) کے مسلمان نیز دھار کے دیگر محلے کے متفرق مسلمان شریک ہوتے۔ اور اسی شاہی مسجد کے اندر نماز پنجگانہ ادا کرتے۔ عشاء کی نماز کے بعد پیر صاحب موصوف اور ان کے ساتھی فقراء صدر مسجد کے اندر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے جب تک آپ دھار قیام فرماتے اس دستور پر ہمیشہ عمل کیا کرتے

بروز منگل ۱۹ صفر ۱۳۶۳ھ (۱۵ فروری ۱۹۴۴ء) کو آپ نے اندور میں وفات پائی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی لاش اندور سے اوجین لے جائی گئی۔ اوجین اسٹیشن گیٹ کے اطراف میں آپ دفنائے گئے۔ وہیں آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔ نیز ہر سال ۱۹ صفر کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

آپ کی پوشاک مبارک موجودہ شریمنت سردار نارائن راؤ صاحب مہاڑک راجہ مہاراجہ دھار کے یہاں بطور تبرک محفوظ ہے

مشہور کھڑکانند باباصاحب دھاروی

مشہور کھڑکانند باباصاحب دھاروی پہلی مرتبہ ہندو سے مسلمان ہوئے کچھ عرصہ مسلمان رہنے کے بعد واپس ہندو دھرم میں چلے گئے۔ دوسری مرتبہ ہندو دھرم چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کیا۔ چند عرصہ عیسائی مذہب میں رہ کر پھر ہندو دھرم میں داخل ہوئے تیسری اور آخری مرتبہ اسلام مذہب قبول کیا۔

اس مرتبہ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے اپنی ختنہ کروائی۔ آپ فرمایا کرتے کہ "

اب میں پکا اور سچا مسلمان ہو گیا ہوں۔ مرتے دم تک اسلام مذہب نہیں چھوڑوں گا۔ یعنی میری موت دین اسلام پر ہو گی"

آپ مشہور و معروف حضرت پیر جہانگیر شاہ میاں کے مرید ہوئے پیر صاحب موصوف سے بیعت ہونے پر آپ کچھ سے کچھ بن گئے۔ آپ کی عبادت و ریاضت مشہور و عام ہے۔ باتوں باتوں میں جذبہ میں اکثر فرماتے۔ "یار کی (میری) قبر پر پھول برسا کریں گے۔" یہ حقیقت ہے کہ اس شاہی مسجد کے سامنے موجودہ ٹنکی۔ کے پچھلے اونچے ٹیلے پر آپ کا مزار چمپا کے درخت کے نیچے تعمیر ہے۔ اور اس مزار پر ہر موسم میں چمپے کا درخت اپنے پھول ان کی قبر پر برسایا کرتا ہے

جناب بابو ایس۔ پی۔ مکرجی صاحب جو ماسٹر صاحب پی۔ این۔ بینرجی سابق دیوان ریاست دھار کے بھانجے تھے۔ وہ آپ کے عقیدتمند شاگردوں میں سے ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں آپ نے سو سال سے بھی زیادہ عمر پاکر وفات پائی۔ اس حساب سے آپ کا سن ولادت ۱۸۱۰ء کے آس پاس ہے

آپ جب تک زندہ رہے۔ ہمیشہ حضرت مولانا کمال الدین صاحب کے آستانۂ مبارک پر حاضری دیا کرتے تھے۔ فاتحہ پڑھتے نیز آستانہ پاک پر حاضر ہوتے اور کافی دیر تک رکتے تو اسی شاہی مسجد کے اندر نماز پنجگانہ ادا کیے کرتے۔ کئی مرتبہ بعد نماز عشاء صدر شاہی مسجد کے اندر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ آپ اپنے عمل کے بے حد پابند تھے

آپ کی قیام گاہ قاضی پورہ کی مسجد کے نیچے والے حجرے میں تھی آخری وقت رات کے ۲ بجے جب آپ انتقال فرمانے لگے اور آپ کی روح پاک پرواز کرنے لگی۔ تو حجرۂ مذکورہ اندھیرے میں اس قدر روشن ہوا کہ تمام حجرہ نورانی بن گیا۔ نیز ہر چیز چمک کے ساتھ نظر آنے لگی"۔ موجودہ قاضی محمد فخر اللہ صاحب اس منظر کے دیکھنے والے موجود ہیں

سنہ ۱۹۰۴ء سے پہلے اور بعد یعنی سنہ ۱۹۵۲ء تک

امسجد ہذا کے پیش امام

سنہ ۱۹۰۴ء سے اس شاہی مسجد کے آثار قدیمہ میں شامل ہونے کے پہلے اور بعد یعنی سنہ ۱۹۵۲ء تک نماز پنجگانہ - نماز جمعہ - نماز تراویح اور نماز عیدین پڑھانے والے قابل ذکر پیش امام صاحبان حسب ذیل ہیں -

۱- جناب حافظ نیاز محمد عرف دولت خاں حافظ صاحب

۲- " " جیون خاں عرف کالے خاں " "

۳- " " مولانا فضل ہادی صاحب پروفیسر فارسی - ہائی اسکول دھار

۴- " " عبد السمیع صاحب مستری - پی - ڈبلیو - دھار

۵- " " شہر قاضی احسان اللہ صاحب دھار

۶- " " مولوی احمد نور خاں صاحب گرداور خاصگی محال دھار

۷- " حافظ عبد الحمید صاحب بھوپالی

۸- " " ممتاز خاں صاحب چابک سوار حضور خاصگی

۹- " مولوی بشیر محمد صاحب عاطر دار وغہ دھار

۱۰- " منشی منیر محمد صاحب منیجر پٹواریان دھار

۱۱- " چاند ملا جی صاحب دھار

۱۲- " قاضی جلال الدین صاحب دھار

۱۳- " پیر جی وزیر الدین صاحب "

۱۴- " منشی وزیر محمد خاں "

۱۵- " حافظ نظیر الدین صاحب "

۱۶- " " بشیر الدین " "

۱۷- " " وزیر الدین " "

۱۸- " " امجد علی خاں عرف چنو حافظ جی

۱۹- " منشی عبد الرحمٰن صاحب

۲۰- " " امیر الدین صاحب ٹھیکیدار دھار

ان پیش امام صاحبان میں سے حافظ نظیر الدین - حافظ بشیر الدین حافظ وزیر الدین منشی عبد الرحمٰن اور منشی امیر الدین ٹھیکیدار آج بھی بقید حیات ہیں - نیز حافظ امجد علی خاں بھی زندہ ہیں

۲۔ کمال مولا مسجد اور نماز پنجگانہ

کمالی محلے (مانگ کھڑکی) کے مسلمان مخصوص طور پر بیرونی مسلمان زائرین اور شہر دھار کے دیگر محلوں کے متفرق مسلمان ۱۹۰۴ء کے پہلے اور بعد یعنی ۱۹۵۲ء تک نماز پنجگانہ اسی شاہی مسجد کے اندر ہمیشہ ادا کرتے آئے ہیں۔

۳۔ شاہی مسجد مولانا کمال الدین اور پنجاب والے پیر صاحب

۱۹۰۴ء کے قبل اور بعد یعنی ۱۹۵۲ء تک (۱) مرحوم جناب قبلہ محمد میاں عرف نانا میاں پیر صاحب مخدوم اور (۲) جناب قبلہ علی محمد میاں پیر صاحب مخدوم جب کبھی دھار تشریف لاکر مقیم ہوتے تو ہر روز بلا ناغہ نماز مغرب اور نماز عشاء باجماعت اس شاہی مسجد کے اندر ادا کرتے رہے ہیں۔ ماسوا گرمیوں کے موسم کے اگر پیر صاحبان تشریف لاتے تو مسجد ہذا کی پچھی کے اوپر ہر دو نماز پڑھی جاتی رہی ہیں اندور وغیرہ باہر کے مریدین و شہر دھار کے دیگر محلوں کے مسلمان اس طرح سیکڑوں مسلمان پیر صاحبان موصوف کے ساتھ باجماعت صدر ہر دو نماز ادا کرتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب سے عشاء تک یعنی تین چار گھنٹے تک سب کے سب اسی شاہی مسجد کے اندر اللہ اللہ کرتے رہے ہیں اور ذکر اذکار میں مشغول رہتے آئے ہیں

۴۔ شاہی مسجد مذکور اور عید کا چاند

۱۹۰۴ء کے قبل اور بعد یعنی ۱۹۵۲ء تک ہر عید الفطر کا چاند رمضان شریف کی ۲۹ تاریخ کو مسلمان سیکڑوں کی تعداد میں نماز مغرب سے پہلے مسجد ہذا کے اندر داخل ہوتے۔ صدر مسجد کی پچھی پر کھڑے ہوکر عید کا چاند دیکھتے۔ روزہ افطار کرتے اور سب کے سب نماز مغرب وہیں ادا کرتے رہے ہیں

۵۔ شاہی مسجد مرقوم اور نماز تراویح

بہ اہتمام جملہ مسلمانان دھار۔ کمال محلے (مانگ کھڑکی) کے (مسلمان خاص طور سے بیرونی مسلمان زائرین) اور دھار شہر کے دیگر محلوں کے متفرق مسلمان ہر رمضان المبارک کے مہینے بھر کی نماز تراویح باجماعت عشاء کی نماز کے ساتھ سنہ ۱۹۰۴ء کے پہلے و بعد یعنی سنہ ۱۹۵۲ء تک اسی شاہی مسجد کے اندر بلا ناغہ ادا کرتے رہے ہیں

۶۔ شاہی مسجد اور شب قدر

بہ اہتمام جملہ مسلمانان دھار سنہ ۱۹۰۴ء کے قبل اور بعد یعنی سنہ ۱۹۵۲ء تک ہر رمضان المعظم کی شب قدر (ستائیسویں شب) کو اس شاہی مسجد کے اندر اس کی گچی پر وسط صحن "شرعی حوض" اور صدر مسجد کے باہر نیز آستانۂ پاک کے اندر و باہر دھار کے جملہ مسلمانوں کی طرف سے چراغاں کیا جاتا رہا ہے

۷۔ شاہی مسجد اور نماز جمعہ

سنہ ۱۹۰۴ء کے قبل اور بعد یعنی سنہ ۱۹۰۸ء تک اس شاہی مسجد کے اندر مخصوص طور پر اور شہر دھار کے دیگر محلوں کی مسجدوں میں متفرق نماز جمعہ ادا ہوا کرتی تھی۔ مگر سنہ ۱۹۰۹ء سے دھار شہر کے فرداً فرداً یعنی علیحدہ علیحدہ مسجدوں کی نماز جمعہ ایک جگہ، اس شاہی مسجد کے اندر ادا کرنا قبلہ مولوی عزت اللہ صاحب اندوری نے شروع کروائی جو ہنوز بدستور جاری ہے۔

۸۔ شاہی مسجد اور نماز عیدین

لاٹ مسجد (عیدگاہ) میں عیدین کی نماز سے بچھڑ گئے ہوئے بیرونی و دھار کے مسلمان عیدین کی نماز سیکڑوں کی تعداد میں سنہ ۱۹۰۴ء کے اول اور بعد یعنی سنہ ۱۹۵۲ء تک اکثر اسی شاہی مسجد کے اندر ہمیشہ ادا کرتے رہے ہیں

۹۔ شاہی مسجد کمال مولانا اور عرس مبارک

حضرت مولانا کمال الدین صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے جو شاندار
عرس مبارک سنہ ۱۹۴۸ء سے بھرتے ہیں، تب سے سنہ ۱۹۵۷ء یعنی
۹ سال تک ہر عرس مبارک پر بیرونی و دھار کے مسلمان سیکڑوں کی
تعداد میں مسعودہ شاہی مسجد کے اندر نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتے
رہے ہیں۔ چنانچہ ہر عرس شریف کے موقعہ پر نماز پنجگانہ جس شان کے ساتھ
اس شاہی مسجد کے اندر ادا ہوتی رہتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے

یہ ضمیمہ سلسلہ نمبر (۱) بعجلت شائع کیا ہے۔ آئندہ تمام
مستند و صحیح تاریخی حالات انشاء اللہ تعالیٰ کتابی
شکل میں جلد ہی شائع ہوں گے۔ آمین۔ ثم آمین

باہتمام

منشی محمد نعیم الدین صاحب

سیکریٹری۔ انجمن ضلع دھار

قاضی محمد فخر اللہ صاحب

صاحب صدر

انجمن ضلع دھار (مدھیہ پردیش)

فٹ نوٹ

۱ ــــ (۱) تواریخ مالوہ جلد اول صفحہ ۲۶۸ و ۲۶۹ | (۲) تواریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸ صفحہ ۳۶
(۳) تواریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۳۸ ــ (۴) دھار مانڈو گائڈ (کیپٹن ای بارنس) سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۶
(۵) دھار سنستھان چا سنکشپت پراچین اتہاس (کے۔کے۔لیلے) سنہ ۱۹۱۹ء صفحہ ۵۵
(۶) دھار تھا مانڈو کے درشنی استھان (گوپال چند سوگندھی) سنہ ۱۹۵۰ء صفحہ ۷۰
(۷) شاہان مالوہ سنہ ۱۹۲۵ء صفحہ ۱ سے ۱۱ تک

۲ ــــ اس شاہی مسجد کی تعمیر کے ۱۰۱ سال بعد بعہد سلطان دلاور خاں غوری خود مختار بادشاہ مالوہ سنہ ۸۰۷ھ (سنہ ۱۴۰۵ء) میں "لاٹ مسجد" تعمیر ہوئی۔ چنانچہ سنہ ۱۴۰۵ء سے یہ "کمال مولا مسجد" "جامع مسجد خورد" اور "لاٹ مسجد" ۔ "جامع مسجد کلاں" کے نام سے بھی پکاری جاتی ہیں صفحہ ۵۶

۳ ــــ چودھویں پندرھویں عیسوی صدی یعنی پٹھانی دور میں مساجد کے چاروں کونوں پر مینارے نہیں بنائے جاتے تھے۔ مگر سولھویں عیسوی یعنی مغلیہ دور سے مساجد کے چاروں کونوں پر مینارے تعمیر ہونا شروع ہوئے۔ یہ رواج ہنوز جاری ہے۔ صفحہ ۵۶
مسجد ہذا کی "از سر نو مرمت" حسب ذیل تواریخوں سے سن ہجری و عیسوی صاف صاف درج ہے
(۱) دھار مانڈو گائڈ (کیپٹن ای۔ بارنس) سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱۔
(۲) " " " (کونل لوارڈ) سنہ ۱۹۱۲ء صفحہ ۹
(۳) دھار اسٹیٹ گزیٹیر سنہ ۱۹۰۸ء (۴) شاہان مالوہ سنہ ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۴-۱۵
(۵) اے پی گرافیکا انڈو مسلیمکا سنہ ۱۹۰۹-۱۰ء و سنہ ۱۹۱۰-۱۱ء
(۶) دھار تھا مانڈو کے درشنی استھان (گوپال چند سوگندھی) سنہ ۱۹۵۰ء صفحہ ۲

۴ ــــ چونکہ مسجد ہذا کا سنگ بنیاد سنہ ۷۰۵ھ میں رکھا گیا اور دو سال بعد ۷۰۶ھ میں یہ شاہی مسجد تعمیر ہوئی تھی۔ اس مناسبت سے کتبہ ہذا کا شعر نمبر ۴ کے مصرعہ اولیٰ میں "بلسالی" یعنی (ب ۲ + ل ۳۰ + الف ۱ + ل ۳۰) = ۹۱ عدد سالی میں سے مذکورہ بالا لفظی "ب" کے ۲ عدد گھٹائے تو ۸۹ باقی رہتے ہیں چنانچہ (۷۰۴ + ۹۱) یا (۷۰۶ + ۸۹) یعنی سن ۷۹۵ ہجری (مطابق سنہ ۱۳۹۲ء) میں مذکورہ "شاہی مسجد" کی از سر نو مرمت ہونا۔ کتبہ مذکورہ میں خود مندرج ہے۔

۵ ــــ کتبہ بسم اللہ بعونہ عبد اللہ چنگال شعر نمبر ۲۶ (علا - دین و دنیا ابو المظفر + علاء الدین و الدنیا بنصر اللہ منصور) صفحہ ۶۷
(۲) دھار مانڈو گائڈ (کیپٹن ای۔ بارنس) سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۴۱
(۳) راجپوتانے کا اتہاس پرتھم کھنڈ (پنڈت گوری شنکر اوجھا اجمیری) صفحہ ۲۰۸

۶ ــــ بمنظوری خصوصی دربار دھار سنہ ۱۹۱۷ء میں دھار راج کا اتہاس شائع ہوا اسکے صفحہ ۸۲ پر درج ہے کہ "بھوج ثانی" اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان ہو گیا تھا اور اسی نے اپنا نام عبد اللہ رکھ لیا تھا۔ مرتے وقت اس نے وصیت کی تھی کہ میں اپنے گرو و مرشد کے پاس دفنایا جاؤں گا۔ اسلئے وہ اپنے پیر و مرشد کے پاس ہی دفنایا گیا

۷ - یہ مشہور ہے کہ پہلے بادشاہ [illegible] قائم کرنے [illegible] بھوپالی (تالاب) [illegible]
[illegible] مشہور و معروف چاروں [illegible]
[illegible] چاروں [illegible] تھے [illegible] چھوٹا [illegible] جسکی [illegible]
بھوج شالا میں پڑھانے والے پنڈتوں اور [illegible] کے رہنے اور بسنے کے لئے
بھوج شالا (دھوپ تالاب) سے بجانب غرب و شمال کو فی میں ایک میل کے فاصلے
پر (گیانیوں سے) گیان پورہ آباد تھا۔ یہ مقام (گاؤں) آج بھی آباد ہے
اور اسی گیان پورہ کے نام سے مشہور ہے

۸ -

- عربی میں نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں لفظ صلوٰۃ [illegible] کی طرح نہیں بدلتا ہے
اسی طرح لفظ نماز بھی تبدیل نہیں ہوتا یعنی جیسا تھا ویسا ہی ہے لفظ نماز تمام [illegible]

(۱) بلحاظ اقسام :- نماز پنجگانہ - نماز جمعہ - نماز عیدین - نماز سورج گہن
اور نماز چاند گہن وغیرہ

(۲) بلحاظ اوقات :- نماز فجر - نماز ظہر - نماز عصر - نماز مغرب - نماز عشاء وغیرہ

(۳) بلحاظ تعداد :- ۲ رکعت نماز فجر - ۱۲ رکعت نماز ظہر - ۸ رکعت نماز عصر
۷ رکعت نماز مغرب - ۱۷ رکعت نماز عشاء وغیرہ

(۴) بلحاظ نیت :- ۲ یا ۳ یا ۴ رکعت نماز فرض - ۳ رکعت نماز وتر - ۴ یا ۲
رکعت نماز سنت - ۲ یا ۴ رکعت نماز نفل وغیرہ

۵ - تشریح :- لفظ نماز - اقسام - اوقات - تعداد اور نیت ہر قسم
کی نماز میں لفظ نماز قائم رہتا ہے۔ لہٰذا [illegible]

بھول سدھار

پریس کی غلطی سے صفحہ ایک سے ۱۶ تک الٹ پلٹ
چھپ گئے ہیں - مہربانی فرما کر صفحات ملا کر
پڑھنے کی تکلیف گوارہ فرمائیں - مرتب کنندہ

اندور فائن آرٹ میں چھپا

अमजदी न्यूज़

AMJADI NEWS

सच बोलना आसान नहीं, मगर यही पत्रकारिता की असल पहचान है।

सोमवार 18 मई 2026 | www.amjadinews.in | वर्ष : 11 | अंक : 128 | पृष्ठ : 01 | मूल्य : ₹ 5.00

धार की सदियों पुरानी 'कमाल मौला मस्जिद' को अदालत ने मंदिर करार देकर नमाज़ पर लगाई पाबंदी

- बाबरी मस्जिद फैसले के बाद आशंका थी, वही हुआ
- अदालत के फैसले से इंसाफ पर उठे गंभीर सवाल
- मसाजिद-मक़ाबिर और मुसलमानों के मज़हबी शियार के तहफ़्फ़ुज़ पर मंडराया खतरा
- धार्मिक व राजनीतिक नेताओं की चुप्पी पर उठे सवाल
- सोशल मीडिया पर नौज़वानों ने बुलंद की आवाज़



धार (मध्य प्रदेश): कमाल मौला मस्जिद का फाइल फोटो

कमाल मौला मस्जिद

- धार ज़िले में स्थित सदियों पुरानी मस्जिद
- लाखों मुसलमानों की आस्था का केंद्र
- अब अदालत के फैसले से नमाज़ पर पाबंदी
- फैसले के खिलाफ अभी तक कोई असरदार आवाज़ नहीं

धार (मध्य प्रदेश)। धार जिले में स्थित सदियों पुरानी 'कमाल मौला मस्जिद' के साथ आखिर वही हुआ, जिसकी उम्मीद बाबरी मस्जिद के गैर-मुनसिफ़ाना फैसले के बाद की जा रही थी। अदालत ने उसे मंदिर क़रार देकर नमाज़ पर पाबंदी लगा दी है। तारीख़ के साथ यह खिलवाड़ अगर सिर्फ़ सियासी स्तर पर होता तो किसी हद तक बर्दाश्त के क़ाबिल भी हो सकता था, लेकिन अदालतों से इस तरह के फैसले आना न सिर्फ इंसाफ़ का कत्ल है बल्कि भविष्य में मसाजिद, मक़ाबिर और मुसलमानों के मज़हबी शियार के तहफ़्फ़ुज़ व बक़ा के मुद्दे पर कई संजीदा सवालात को जन्म देता है।

सबसे हैरान कुन बल्कि मायूस कुन बात यह है कि इस सरीह नाइंसाफ़ी के खिलाफ़ अभी तक कहीं से भी कोई प्रभावी आवाज़ बुलंद नहीं हुई है। मज़हबी क़ाइदीन हों या सियासी लीडरान, मजमूई एतबार से सबने ख़ामोशी का रोज़ा रख लिया है। सोशल मीडिया के ज़रिये बहुत से नौजवान और दीगर लोग आवाज़ बुलंद कर रहे हैं, मगर क़ाइदीन व फ़ातेहीन "एक चुप सौ सुख" के फ़ॉर्मूले पर अमल पैरा हैं। यह ख़ामोशी क्या रंग लाएगी, अल्लाह ही बेहतर जाने, लेकिन कमाल मौला मस्जिद ज़बान-ए-हाल से पुकार रही है—

"बोलते क्यों नहीं मेरे हक़ में
आबले पड़ गए ज़बां में क्या"

मुबारक हो उन इब्नुल-वक़्तों को जो अपना ज़मीर गिरवी रखकर अपने मफ़ादात का तहफ़्फ़ुज़ कर रहे हैं। उनके मफ़ादात महफ़ूज़ हों या न हों, कम अज़ कम वह उस ज़ेहनी अज़ीयत से तो महफ़ूज़ हैं जिससे एक आम मगर हस्सास व बाशऊर इंसान गुज़र रहा है। बहरहाल यह दाख़िली कर्ब व इंतिशार जिंदगी की अलामत है, यह है तो जिंदगी है। एक न एक दिन यह इंतिशार ज़रूर सुकून में बदलेगा, लेकिन आज जो जिंदगी की यह अलामत खो बैठे हैं, उनकी रूहें बाद-ए-मर्ग तड़पेंगी और उनकी हवेलियों में उल्लू बिराजमान होंगे—

"हम सफ़ीरो बाग़ में है
कोई दम का चहचहा
बुलबुलें उड़ जाएंगी,
सूना चमन रह जाएगा"

— सोंगवार,
जावेद इक़बाल अलीमी

न्याय की उम्मीद कब तक? सवाल सिर्फ कमाल मौला मस्जिद का नहीं, बल्कि हर उस मस्जिद, हर उस मज़हबी निशान का है जो इतिहीास की गवाही देते हैं।

کمال مولا مسجد کو مندر قرار دینے کا فیصلہ

مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کا فیصلہ کئی معانی میں بابری مسجد کے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے سے مماثلت رکھتا ہے اور کاپی کرنے کی کوشش کی گئی ہے



عبدالحمید نعمانی

مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کا فیصلہ کئی معانی میں بابری مسجد کے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے سے مماثلت رکھتا ہے اور کاپی کرنے کی کوشش کی گئی ہے، دونوں فیصلے حقائق و شواہد کی بجائے مبینہ ہندو آستھا پر مبنی ہیں۔ گرچہ سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ بابری مسجد رام جنم بھومی مندر معاملے میں یہ اپنی نوعیت کا واحد فیصلہ ہے، لیکن یہ دیگر اسلامی و مسلم تاریخی ماثر و معابد پر قبضہ کرنے کے لیے نظیر بن گیا ہے، ہندوتو وادی فریق کے دباؤ و دعوے آستھا پر فیصلے نے ایسا دروازہ کھول دیا ہے، جسے بند کرنا اب کسی کے کنٹرول میں نہیں رہ گیا ہے اور جس کے کنٹرول میں ہے وہ بہ ذات خود قبضہ کرو مہم پر روک لگانا نہیں چاہتے ہیں۔ بابری مسجد کے معاملے میں اے ایس آئی کی رپورٹ کو سپریم کورٹ نے ثبوت تسلیم نہیں کیا تھا اور نہ ہندو فریق کے اس دعوے کو کہ مسجد، مندر توڑ کر تعمیر کی گئی ہے، اس کے باوجود مندر کے حق میں فیصلہ دے دیا گیا۔ یہ فیصلہ آج تک ناقابل فہم بنا ہوا ہے، اس پر ہماری طرح بہت سوں نے کہا، لکھا تھا کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ آنے والے دنوں میں دوررس نتائج و اثرات کا حامل ہوگا اور یہ بالکل سچ ثابت ہوا کہ فیصلے سے مسلم و اسلام مخالف، ہندوتو وادی عناصر کی زبردست حوصلہ افزائی ہوئی اور فیصلے سے تقویت پاکر دیگر مساجد پر دھاوا بول دیا گیا ہے۔ ان کے ذہن پر یہ جذبہ پوری قوت سے حاوی ہو گیا ہے کہ ملک میں کسی تاریخی مسجد، عمارت کو اسلامی و مسلم شناخت کے ساتھ باقی نہ رہنے دیا اور عالمی برادری اور ملک کے انصاف پسندوں کی نظر میں انصاف پسند بنے رہنے کے لیے مسجد کے لیے متبادل جگہ کی پیشکش بھی کر دی جائے جس کا پورا ہونا عملاً ممکن بھی نہیں ہے۔ اصل تو تاریخ کو ختم کرنا ہے، دوسری متبادل جگہ پر مسجد کی تعمیر تاریخی شناخت کے ساتھ ممکن نہیں ہوگی، ویسے بھی بغیر تاریخی شناخت کے عام قسم کی مسجد کی تعمیر بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بابری مسجد کے لیے ملی جگہ کا جو حشر ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، لیکن مسجد تعمیر کے نام پر کمائی اور سیاست ہوتی رہے گی۔ زمین کے لالچ میں مسلم سماج میں سوداگری کرنے والا گروہ پیدا ہو جائے گا، ہمایوں کبیر اس کی واضح مثال ہے۔ بابری مسجد کے معاملے میں تمام تر حقائق موجود تھے، لیکن ججوں کے سامنے اپنے مستقبل کا مسئلہ بہت اہم تھا، اس کے پیش نظر ان کو یہی بچاؤ کا صحیح راستہ نظر آیا کہ مندر کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے، ہندوتو وادی مندر فریق نے اپنا اعلانیہ موقف پیش کر دیا تھا کہ ہم اپنی آستھا کے خلاف کسی فیصلے کو تسلیم نہیں کریں گے۔ جب کہ مسجد فریق بلا شرط اپنا عندیہ دے دیا تھا کہ ہم سپریم کورٹ کے فیصلے کو تسلیم کرلیں گے۔ اس صورت حال نے ججوں کی راہ آسان کر دی اور انھوں نے یہی کیا بھی، ہندوتو وادی فریق کے تیور سے ہر کوئی متاثر نظر آتا ہے۔ ان کی منشاء و مقصد کے خلاف آئندہ طویل عرصے تک شاید ہی کوئی عدالت، فیصلہ کر سکے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ہندوتو وادی عناصر اور مبینہ دھرم گرو اپنی مزعومہ آستھا کے نام پر اسلامی و مسلم شناخت والے ماثر و معابد پر قبضہ کرنے کی کوششوں میں لگ گئے ہیں، جس طرح بابری مسجد کے معاملے میں مندر توڑ کر مسجد کی تعمیر کا کوئی پختہ ثبوت نہ ہونے کے باوجود، زمین مندر کے حوالے کر دی تھی اسی طرح کمال مولا مسجد کے متعلق بھی کوئی تاریخی ثبوت اور مستند دستاویز حوالہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود مسجد رمزار کی جگہ کو مندر قرار

ملاحظات

بابری مسجد کے معاملے میں تمام تر حقائق موجود تھے، لیکن ججوں کے سامنے اپنے مستقبل کا مسئلہ بہت اہم تھا، اس کے پیش نظر ان کو یہی بچاؤ کا صحیح راستہ نظر آیا کہ مندر کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے، ہندوتو وادی مندر فریق نے اپنا اعلانیہ موقف پیش کر دیا تھا کہ ہم اپنی آستھا کے خلاف کسی فیصلے کو تسلیم نہیں کریں گے۔ جب کہ مسجد فریق بلا شرط اپنا عندیہ دے دیا تھا کہ ہم سپریم کورٹ کے فیصلے کو تسلیم کرلیں گے۔ اس صورت حال نے ججوں کی راہ آسان کر دی اور انھوں نے یہی کیا بھی، ہندوتو وادی فریق کے تیور سے ہر کوئی متاثر نظر آتا ہے۔

دے کر مسلمانوں کو نماز کی ادائیگی سے روک دیا گیا۔ ایسا ہی بابری مسجد کے بارے میں بھی کیا گیا تھا، آخری فیصلہ آئے بغیر ایک فریق کو پوجا کی اجازت اور دوسرے فریق کی نماز پر روک سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ انصاف کا پیمانہ اور ذہن میں کیا کچھ ہے۔ یہ دوہرا معیار کسی بھی مقام کا ہندو کرن کرنے کا آزمودہ نسخہ ہے۔ آزادی سے پہلے یہ کم ہوتا تھا لیکن آزادی کے بعد فرقہ وارانہ حالات سے تمام شعبہ جات کی طرح نظام عدلیہ بھی متاثر ہوا۔ محکمہ آثار قدیمہ قدیم تاریخی عمارتوں کی حفاظت کے مقصد سے قائم کیا گیا تھا۔ محکمہ کے دستور میں واضح طور سے لکھا ہے کہ وہ کسی تاریخی عمارت کی پوزیشن اور کردار کو بدل نہیں سکتا ہے، لیکن وہ پوزیشن بدل کر ہندوتو وادی عناصر کا سب سے بڑا معاون بن کر کام کر رہا ہے اور مسجد و عمارت کو ہندو مندر و عمارت ثابت کرنے کے لیے سرگرم عمل رہتا ہے۔ اسی محکمۂ آثار قدیمہ نے اوما بھارتی سرکار عہد میں میں رپورٹ دی تھی کہ متعلقہ جگہ پر مندر ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔ اس کی نشاندہی مدھیہ پردیش کے سابق وزیر اعلیٰ دگ وجے سنگھ نے بھی کی ہے لیکن اب اسی نے محکمہ کے دستور کے خلاف تاریخی عمارت کی پوزیشن و کیریکٹر بدل کر مسجد کو مندر بتا دیا اور مدھیہ پردیش ہائی کورٹ نے تاریخی حقائق و شواہد اور دستاویزات کو نظر انداز کر کے صرف محکمہ آثار قدیمہ کی رپورٹ پر مندر ہونے کا فیصلہ بھی دے دیا ہے۔ گزشتہ کچھ برسوں میں محکمہ میں ہندوتو وادی عناصر نے گرفت مضبوط کر لی ہے، وہ آر ایس ایس اور دیگر ہندوتو وادی عناصر کے دعوے کے مطابق معاملات کو سیٹ کر کے پیش کرنے کا کام کرتے ہیں۔ نیت میں فتور اور مسجد کو لے کر بے ایمانی کا آغاز تبھی ہو گیا تھا جب کمال مولا مسجد کمپلیکس میں ہندو فریق کو بھی جمعہ کی نماز کی طرح ہندو فریق کو بھی وہاں پوجا کی اجازت دے دی گئی تھی۔ ایسا کہیں نہیں ہوتا ہے کہ ایک ہی جگہ نماز رپوجا دونوں ہوتی ہوں۔ برٹش سامراج کے اثرات سے پہلے تمام تر فارسی کتبات اور دیگر تاریخی تحریروں میں متعلقہ تاریخی مقام کو کمال مولا شاہ کا احاطہ بتایا گیا ہے نہ کہ بھوج شالہ۔ ہندو سرسوتی مندر، تاریخی ریکارڈز میں بھی متعلقہ عمارت و مقام ایک مسجد رمزار کے طور پر بیان کرتے ہیں، نہ کہ راجا بھوج کی قائم کردہ سنسکرت پاٹھ شالہ کے طور پر بھوج شالہ مندر کا شوشہ بہت بعد کا چھوڑا ہوا ہے۔ کمال مولا شاہ مسجد تیرہویں صدی سے بعد کی صدیوں تک ایک مسجد کے طور پر استعمال ہوتی اور کام کرتی رہی ہے، حتیٰ کہ ۲۰۰۰ کی دہائی کے اوائل تک ایک مسلم عبادت گاہ کے طور پر فعال رہی ہے۔ اس کے متعلق کئی تاریخی کتابوں اور تحریروں کا ہم نے بھی مطالعہ کیا ہے۔ اس سلسلے کی کئی ساری چیزیں کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، کتب خانہ ندوۃ العلماء، مولانا آزاد لائبریری دہلی، علی گڑھ، ہمدرد نیشنل لائبریری دہلی، خدابخش لائبریری پٹنہ اور دہلی آرکائیو میں موجود ہیں۔ سید کریم علی کی تاریخ مالوہ، سید احمد کاظمی کی آثار مالوہ میں بہت سے تاریخی شواہد کو جمع کر دیا گیا۔ اس سلسلے کی بہت اہم علمی و تحقیقی کتاب قاضی عبدالقدوس فاروقی 'مالوہ کی کہانی تاریخ کی زبانی' ہے۔ اس میں بہت سی متعلقہ باتوں کو سامنے لانے کا کام کیا گیا ہے۔ مصنف بااثر سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے سرکاری و دستاویزی کاغذات تک رسائی رکھتے تھے۔ انھوں نے خاندانی ذاتی ذخائر اور تاریخی دستاویزات کے ساتھ دیگر امور کے مطالعے کے بعد کتاب لکھی ہے، کتاب کا پیش لفظ مولانا علی میاں ندویؒ نے لکھا ہے۔ لہٰذا کتاب کے مستند ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ آج کی تاریخ میں ڈاکٹر مورخ روچیکا شرما کے کئی بہت تحقیقی و تاریخی کام سامنے آئے ہیں راقم سطور نے بہ ذات خود بہت سی باتوں کا مطالعہ کیا ہے، کسی سے بھی کمال مولا مسجد رمزار کی تعمیر، کسی مندر کو توڑ کر کرنے کا کوئی ثبوت فراہم نہیں ہوتا ہے۔ ■

مدھیہ پردیش کی کمال مولیٰ مسجد مندر قرار

مسلم فریق کی درخواستیں مسترد۔نماز کی اجازت دینے سے ہائی کورٹ کا انکار

دھار۔ 15 مئی (یو این آئی) ریاست مدھیہ پردیش کے دھار ضلع میں متنازعہ کمال مولا مسجد۔ بھوج شالا تنازعہ کیس میں مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کی اندور بنچ نے دھار بھوج شالا کو مندر قرار دے دیا۔ عدالت نے کہا کہ اب بھوج شالہ کے اندر روزانہ پوجا کی جائے گی اور وہاں کوئی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ عدالت نے مسلم فریق کو کلکٹر کو درخواست دینے اور کسی اور جگہ زمین دینے کی بھی ہدایت کی۔ واضح رہے کہ کافی عرصے سے پورے ملک اور ریاست کی نظریں ہائی کورٹ کے فیصلے پر تھیں۔ اس سے پہلے اندور ہائی کورٹ نے 12 مئی کو آخری سماعت کے بعد اپنا فیصلہ محفوظ رکھا تھا۔ برسوں پرانے اس تنازع میں پانچ درخواستوں اور تین مداخلتی درخواستوں پر سماعت مکمل ہونے کے بعد دو رکنی بنچ نے یہ فیصلہ سنایا ہے۔ فیصلے کے پیش نظر دھار اور اندور ضلع انتظامیہ کو الرٹ موڈ پر رکھا گیا ہے۔ دھار کلکٹر راجیو رنجن مینا اور پولیس سپرنٹنڈنٹ سچن شرما نے بھوج شالا احاطے پہنچ کر سکیورٹی انتظامات کا جائزہ لیا۔ انتظامیہ نے دونوں فریقوں سے امن وامان برقرار رکھنے اور غیر مصدقہ معلومات شیئر نہ کرنے کی اپیل کی ہے۔ اسی دوران ضلع بھر سے تقریباً 1200 پولیس جوانوں کو دھار طلب کیا گیا ہے۔ شہر کی سکیورٹی کو کئی سطحوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ریزرو پولیس فورس کے ساتھ ریپڈ ایکشن فورس بھی تعینات کی گئی ہے۔ پولیس نے شہر میں فلیگ مارچ بھی کیا۔ یہ تنازع 2022 میں اس وقت عدالت پہنچا تھا جب ”ہندو فرنٹ فار جسٹس“ کی جانب سے عرضی دائر کرتے ہوئے بھوج شالہ کی مذہبی حیثیت طے کرنے اور ہندو سماج کو مکمل حقوق دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ عرضی میں باقاعدہ پوجا پاٹ کا حق، احاطے میں نماز پر پابندی، ٹرسٹ کی تشکیل اور برٹش میوزیم میں رکھی ماں واگ دیوی کی مورتی واپس لانے کا مطالبہ بھی شامل تھا۔ ہندوستانی آثار قدیمہ سروے (اے ایس آئی) نے 2024 میں بھوج شالہ احاطے کا 98 دن تک سائنسی سروے کیا تھا۔ اس کے بعد جنوری 2026 میں بسنت پنچمی کے موقع پر سپریم کورٹ نے پورے دن بلا رکاوٹ پوجا پاٹ کی اجازت دی تھی۔ ہندو فریق نے بھوج شالہ کو ماں سرسوتی کا قدیم مندر اور علم کا مرکز قرار دیتے ہوئے اے ایس آئی سروے، کتبے، تعمیراتی آثار اور عبادت کی روایت کا حوالہ دیا۔ دوسری طرف مسلم فریق نے اسے کمال مولا مسجد کا احاطہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ مذہبی حیثیت طے کرنے کا اختیار صرف سول عدالت کو ہے۔ سال 2003 سے یہاں ہر منگل اور بسنت پنچمی پر ہندو سماج کو پوجا کی اجازت جبکہ جمعہ کے دن مسلم سماج کو نماز کی اجازت دی جاتی رہی ہے۔

ایک خدا، کئی نام انسانیت کا مشترک عقیدہ

انسانی تاریخ کا سب سے قدیم، سب سے بنیادی اور سب سے مسلسل سوال خدا کا سوال ہے۔ انسان نے جب پہلی بار آسمان کی وسعت کو دیکھا ہوگا، سورج کو طلوع وغروب ہوتے محسوس کیا ہوگا، رات کی خاموشی میں ستاروں کی گردش، زندگی کی پیدائش اور موت کے اسرار پر غور کیا ہوگا تب اس کے دل میں لازماً یہ سوال پیدا ہوا ہوگا کہ اس عظیم کائنات کی تخلیق کے پیچھے کوئی ہستی ضرور ہے۔ تہذیبیں بدلتی رہیں، زبانیں تبدیل ہوتی رہیں، سلطنتیں مٹتی رہیں، مگر ایک چیز کبھی ختم نہ ہوئی: انسان کا یہ یقین کہ اس کائنات کے پیچھے کوئی ایک عظیم، قادر، برتر اور ماورائی ہستی ضرور موجود ہے۔

کسی نے اسے اللہ کہا، کسی نے God، کسی نے Elohim، کسی نے برہمن، کسی نے واہگرو اور کسی نے اہورامزدا، مگر اگر ان تمام ناموں، ان کے لسانی پس منظر اور مذہبی مفاہیم کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کیا جائے تو حیرت انگیز طور پر ایک ہی حقیقت سامنے آتی ہے: انسانی مذہبی شعور بنیادی طور پر ہمیشہ ایک خدا کے تصور کی طرف مائل رہا ہے۔ گویا مذاہب کے ظاہری اختلافات کے پیچھے ایک مشترک روح موجود ہے، اور وہ روح وحدانیت الٰہی کی روح ہے۔

اسلام اسی حقیقت کو سب سے واضح انداز میں بیان کرتا ہے۔ اسلام کسی نئے مذہب کا نام نہیں بلکہ وہی اولین اور فطری دین ہے جو ابتدا ہی سے انسانیت کو دیا جاتا رہا۔ اسلام کا مطلب ہی اپنے آپ کو ایک خدا کے سامنے جھکا دینا ہے۔ قرآن کے مطابق حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور آخر میں حضرت محمدؐ تک تمام انبیاء کا بنیادی پیغام ایک ہی تھا: ایک خدا کی عبادت کرو، اسی کو خالق مانو، اسی کے سامنے جھکو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ وقت گزرنے کے ساتھ جب انسان خدا کو بھولنے لگتا، یا اس کی وحدانیت اور اختیارات میں دوسروں کو شامل کر کے شرک میں مبتلا ہو جاتا، تو اللہ انسانیت کی رہنمائی کے لیے ایک اور نبی بھیج دیتا تاکہ انسان دوبارہ اپنی اصل فطرت کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت محمدؐ اسی سلسلے کی آخری اور مکمل کڑی بن کر آئے، اور اسلام نے اسی ابدی پیغام کو اپنی محفوظ ترین اور خالص ترین شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔

اگر دنیا کی مختلف زبانوں میں خدا کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کا مطالعہ کیا جائے تو بھی یہ حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی ذہن بنیادی طور پر ایک اعلیٰ ترین ہستی ہی کو تلاش کرتا رہا ہے۔ عربی کا لفظ "اللہ" سامی زبانوں کے اس قدیم جذر سے تعلق رکھتا ہے جس سے عبرانی زبان کے "ایل" (El)، "الوہ" (Eloah) اور "الوہیم" (Elohim) جیسے الفاظ نکلے۔ آرامی اور سریانی زبان میں یہی لفظ "الہا" (Alaha) بن گیا۔ یہ تمام الفاظ ایک ایسی ہستی کے لیے استعمال ہوئے جو خالق، قادر، عبادت کے لائق اور انسان سے برتر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عرب عیسائی آج بھی خدا کے لیے "اللہ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور عربی بائبل میں God کے لیے "اللہ" ہی لکھا جاتا ہے۔

قدیم عبرانی زبان میں "یہوواہ" (YHWH) یا "یہوہ" خدا کے ذاتی نام کے طور پر استعمال ہوا، جس کے معنی ہیں "ہمیشہ موجود رہنے والا"۔ فارسی میں "خدا" کا لفظ مالک، آقا اور پروردگار کے معنی دیتا ہے۔ سنسکرت میں "ایشور" حاکم اعلیٰ اور "برہمن" مطلق اور ازلی حقیقت کے مفہوم میں استعمال ہوا۔ سکھ روایت میں "اک اونکار" کا مطلب ہی "حقیقت ایک ہے" ہے۔

از۔ ایف اے مجیب

زرتشتی مذہب میں "اہورا مزدا" کا مطلب "عظیم دانا خدا" ہے۔ "تاؤ" کائنات کی عظیم اور حتمی حقیقت کی علامت بنا۔ افریقی روایات میں "Great Spirit" اور جاپانی تہذیب میں "کامی" جیسے تصورات بھی کسی نہ کسی صورت ایک برتر اور ماورائی قوت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔



انگریزی کا لفظ "God" اور جرمن زبان کا "Gott" قدیم جرمنک زبانوں کے اس لفظ سے نکلے ہیں جس کے معنی ہیں "وہ ہستی جسے پکارا جائے" یا "جس کی طرف دعا کی جائے"۔ یونانی زبان میں "Theos" خدا کے لیے استعمال ہوا، جبکہ قدیم یونانی فلسفے میں "The One" یعنی "ایک مطلق حقیقت" کا تصور موجود تھا۔ لاطینی زبان میں "Deus" خدا کے لیے بولا گیا، جس سے فرانسیسی "Dieu"، ہسپانوی "Dios" اور اطالوی "Dio" جیسے الفاظ وجود میں آئے۔ چینی روایت میں "شانگ دی" آسمانی حاکم اعلیٰ کے لیے استعمال ہوا، جبکہ یہ حیرت انگیز مماثلت محض اتفاق نہیں ہو سکتی۔ زبانیں الگ ہیں، قومیں الگ ہیں، تہذیبیں الگ ہیں، مگر خدا کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کے بنیادی معانی تقریباً ایک جیسے ہیں۔ ہر مذہب خدا کو خالق، رازق، قادر مطلق، ازلی، ابدی اور انسان سے برتر ہستی قرار دیتا ہے۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ انسانیت کی مذہبی یادداشت کی بنیاد ایک ہی سرچشمے سے جڑی ہوئی ہے۔

یہودیت کی بنیادی دعا "شماع" اعلان کرتی ہے: "اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔" حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی۔ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کا مرکز بھی ایک ہی خدا تھا۔ انجیل میں وہ بار بار آسمانی باپ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ بعد میں مذہبی تعبیرات میں اختلافات پیدا ہوئے، مگر اصل دعوت خدا کی وحدانیت ہی تھی۔ قرآن اسی سلسلے کو مکمل کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے: "کہہ دو، اللہ ایک ہے۔" اسلام نے توحید کو نہایت خالص، واضح اور غیر مبہم انداز میں پیش کیا، جہاں خدا نہ کسی کا بیٹا ہے، نہ کسی سے پیدا ہوا، نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس جیسی کوئی مثال۔

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ انسان اکثر خدا کو مانتے ہوئے بھی اس کے اختیارات میں دوسروں کو شریک کرتا رہا۔ کبھی بادشاہوں کو خدائی اختیارات دے دیے گئے، کبھی بتوں کو وسیلہ سے بڑھا کر معبود بنا لیا گیا، کبھی طاقت، نسل، دولت اور خواہشات انسان کے نئے خدا بن گئے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں انبیاء کرام بار بار آئے تاکہ انسان کو اس کی اصل فطرت یاد دلائیں۔ ان کا پیغام ایک ہی تھا: عبادت صرف ایک خدا کی، اطاعت صرف ایک خدا کی، اقتدار حقیقی صرف ایک خدا کا۔

آج کی دنیا مذہبی نفرت، قومیت، مادہ پرستی اور روحانی خلا کا شکار ہے۔ انسان چاند تک پہنچ گیا، مصنوعی ذہانت بنا لی، مگر اس کے دل کا سب سے بڑا سوال آج بھی وہی ہے: "میں کون ہوں، اور اس کائنات کا اصل مالک کون ہے؟" شاید انسانیت کو دوبارہ اسی بنیادی حقیقت کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے جسے تمام انبیاء کرام لے کر آئے تھے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ خالق ایک ہے، اقتدار ایک ہے، عبادت کا حق ایک ہے، اور انسانیت کی اصل بھی ایک ہی ہے۔ یہی وہ مشترک پیغام ہے جو مختلف زبانوں، مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں بار بار دہرایا جاتا رہا، اور یہی وہ حقیقت ہے جس پر انسانی روح ہمیشہ گواہی دیتی رہی ہے: خدا ایک ہے۔

اردو کو فروغ دیجئے

غزل



آج پھر بے قرار ہیں آنکھیں
آج پھر شعلہ بار ہیں آنکھیں

آج پھر دل ہوا ہے رنجیدہ
آج پھر سوگوار ہیں آنکھیں

آج پھر اس نے دل دکھایا ہے
آج پھر اشک بار ہیں آنکھیں

آج پھر آب آب ہے چہرہ
آج پھر آبشار ہیں آنکھیں

آج پھر خواب سارے ٹوٹ گئے
آج پھر زار زار ہیں آنکھیں

آج پھر دے رہا تسلی دل
آج پھر بُرد بار ہیں آنکھیں

آج پھر اٹھ گئی ہیں شیرا پہ
آج پھر بے شمار ہیں آنکھیں

شیرا جلال پوری

وہ گلستاں بنانے والے کیا ہوئے

از۔ شیرا جلالپوری

جلالپور اترپردیش

ہزاروں دوست رکھنے والا انسان حقیقت میں شدید تنہائی کا شکار ہے۔

کبھی یہ سرزمین ایسی شخصیات سے معمور تھی جن کے کردار سے خوشبو آتی تھی، جن کی گفتگو میں شائستگی، جن کے عمل میں اخلاص، اور جن کی زندگی میں انسانیت دھڑکتی تھی۔ وہ لوگ صرف اپنے لیے نہیں جیتے تھے بلکہ پورے معاشرے کے لیے ایک سایہ دار درخت کی مانند تھے۔ ان کے دل میں قوم کا درد، آنکھوں میں مستقبل کے خواب، اور ہاتھوں میں تعمیر کا ہنر ہوا کرتا تھا۔ آج جب معاشرے کی ٹوٹی ہوئی قدریں، بکھرتے ہوئے رشتے، اور بے حس چہروں کا ہجوم نظر آتا ہے تو دل بے اختیار یہ سوال کرتا ہے۔ آخر وہ گلستاں بنانے والے کیا ہوئے؟

وہ لوگ کہاں گئے جو اختلاف کے باوجود نفرت نہیں کرتے تھے؟ جن کے لہجے میں زہر نہیں، مٹھاس ہوا کرتی تھی۔ جن کے دروازے ضرورت مندوں کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ جو اپنے حصے کا سکون قربان کر کے دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے تھے۔ آج کے دور میں ہر شخص خود کو بچانے میں مصروف ہے، مگر کبھی ایسے لوگ بھی تھے جو دوسروں کو سنوارنے کے لیے اپنی زندگی کھپا دیتے تھے۔

ماضی کے اوراق پلٹیں تو ہمیں ایسے معلم ملتے ہیں جو صرف کتابیں نہیں پڑھاتے تھے بلکہ کردار بھی تراشتے تھے۔ استاد کا رتبہ محض ملازمت نہیں بلکہ روحانی تربیت کا درجہ رکھتا تھا۔ ایک استاد اپنے شاگرد کی کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھتا تھا۔ آج تعلیم باقی ہے مگر تربیت گم ہو گئی ہے۔ ڈگریاں تو بڑھ گئی ہیں مگر ظرف چھوٹا ہو گیا ہے۔ علم کا نور کم اور نمود و نمائش کا اندھیرا زیادہ دکھائی دیتا ہے۔

کبھی سیاست خدمت کا نام تھی۔ رہنما عوام کے درمیان رہتے تھے، ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ سمجھتے تھے۔ ان کی تقریروں میں قوم کو جوڑنے کی طاقت ہوتی تھی۔ آج سیاست اقتدار کی جنگ بن چکی ہے، جہاں اصول سے زیادہ مفاد کی قیمت ہے۔ زبانوں میں شعلے ہیں، کردار میں کھوکھلا پن ہے، اور عوام صرف نعروں کے شور میں اپنا مستقبل تلاش کر رہی ہے۔ ایسے میں دل پکار اٹھتا ہے کہ وہ لوگ کہاں گئے جو اس گلستاں کو محبت اور اتحاد سے سجاتے تھے؟

معاشرے کی سب سے بڑی خوبصورتی اس کے رشتے ہوتے ہیں۔ کبھی خاندان ایک مضبوط دیوار کی طرح ہوا کرتے تھے۔ بزرگ گھر کی برکت سمجھے جاتے تھے، والدین کی خدمت سعادت مانی جاتی تھی، اور بہن بھائی ایک دوسرے کی طاقت ہوا کرتے تھے۔ مگر آج مادی ترقی نے انسان کو تنہا کر دیا ہے۔ رشتے ضرورت کے تابع ہو گئے ہیں، محبت مفاد میں ڈھل گئی ہے، اور خلوص وقت کی گرد میں کہیں کھو گیا ہے۔ سوشل میڈیا پر ہزاروں دوست رکھنے والا انسان حقیقت میں شدید تنہائی کا شکار ہے۔

وہ لوگ جو گلستاں بناتے تھے، ان کے پاس دولت کم مگر دل بہت بڑے ہوتے تھے۔ آج انسان کے پاس آسائشیں تو بے شمار ہیں مگر سکون نہ دارد ہے۔ پہلے چھوٹے گھروں میں بھی محبت بسیرا کرتی تھی، آج عالی شان عمارتوں میں بھی دل اجڑے ہوئے ہیں۔ پہلے لوگ ایک دوسرے کے غم بانٹتے تھے، آج ایک دوسرے کی خوشیوں سے جلتے ہیں۔ حسد، نفرت، خود غرضی اور مقابلہ بازی نے انسان کے باطن کو زخمی کر دیا ہے۔

> وہ لوگ کہاں گئے جو اختلاف کے باوجود نفرت نہیں کرتے تھے؟ جن کے لہجے میں زہر نہیں، مٹھاس ہوا کرتی تھی۔ جن کے دروازے ضرورت مندوں کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ جو اپنے حصے کا سکون قربان کر کے دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے تھے۔ آج کے دور میں ہر شخص خود کو بچانے میں مصروف ہے، مگر کبھی ایسے لوگ بھی تھے جو دوسروں کو سنوارنے کے لیے اپنی زندگی کھپا دیتے تھے۔

ادب اور صحافت بھی کبھی معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ تھے۔ قلم سچ لکھنے سے نہیں ڈرتا تھا۔ ادیب اپنے لفظوں سے قوموں کی رہنمائی کرتے تھے، صحافی ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے تھے۔ مگر آج سچائی اکثر مفاد کے ہاتھوں دب جاتی ہے۔ لفظوں کی حرمت کمزور ہو رہی ہے اور ضمیر کی آواز شور میں دبتی جا رہی ہے۔ ایسے ماحول میں وہ لوگ شدت سے یاد آتے ہیں جنہوں نے اپنے قلم کو صرف حق اور انسانیت کے لیے استعمال کیا۔

یہ صرف افراد کے گم ہونے کا المیہ نہیں بلکہ اقدار کے مرنے کا نوحہ ہے۔ آج ہم ترقی کے نام پر بہت آگے نکل آئے ہیں، مگر انسانیت میں کہیں پیچھے رہ گئے ہیں۔ ہم نے مشینیں بنا لیں، بلند عمارتیں کھڑی کر لیں، دنیا کو مٹھی میں بند کر لیا، مگر اپنے دلوں سے محبت، رحم اور خلوص کو نکال دیا۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرہ بظاہر روشن مگر اندر سے تاریک دکھائی دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گلستاں صرف پھولوں سے نہیں بنتا بلکہ کردار سے بنتا ہے۔ معاشرے کو خوبصورت بنانے کے لیے ایسے انسان درکار ہوتے ہیں جو اپنے ذاتی مفاد سے اوپر اٹھ کر دوسروں کے لیے جینا جانتے ہوں۔ وہ لوگ جو نفرت کے اندھیروں میں محبت کے چراغ جلائیں، جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑیں، جو مایوس انسانوں کو امید دیں۔ مگر افسوس کہ آج ایسے لوگ کم ہوتے جا رہے ہیں۔

ہم نے نئی نسل کو کامیابی تو سکھائی مگر انسانیت نہیں سکھائی۔ انہیں دولت کمانے کا ہنر تو دیا مگر دل جیتنے کا سلیقہ نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوان ذہنی دباؤ، بے چینی اور احساس محرومی کا شکار ہیں۔ ان کے پاس خواب تو ہیں مگر رہنمائی نہیں، خواہشات تو ہیں مگر مقصد نہیں۔ جب ایک معاشرہ اپنے نوجوانوں کو صرف مقابلہ سکھاتا ہے اور کردار سازی بھول جاتا ہے تو وہاں گلستاں اجڑنے لگتے ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دوبارہ انہی اقدار کی طرف لوٹیں جنہوں نے ہمارے معاشرے کو خوبصورت بنایا تھا۔ ہمیں پھر ایسے استاد چاہییں جو صرف نصاب نہیں بلکہ اخلاق سکھائیں۔ ایسے رہنما چاہییں جو قوم کو تقسیم نہیں بلکہ متحد کریں۔ ایسے قلمکار چاہییں جو لفظوں کو سچائی کی روشنی دیں۔ ایسے والدین چاہییں جو اولاد کو صرف کامیاب نہیں بلکہ اچھا انسان بنائیں۔

ہمیں اپنے گھروں میں محبت کو زندہ کرنا ہوگا، اپنے دلوں میں برداشت پیدا کرنی ہوگی، اور اپنے رویوں میں انسانیت واپس لانی ہوگی۔ کیونکہ گلستاں صرف حکومتوں سے نہیں بنتے، وہ انسانوں کے کردار سے بنتے ہیں۔ اگر ہر شخص اپنے اندر چھپی ہوئی نفرت کو ختم کر کے محبت کو جگہ دے دے تو یہ معاشرہ پھر سے مہک سکتا ہے۔

وقت ابھی مکمل طور پر ہاتھ سے نہیں نکلا۔ اگر ہم چاہیں تو اس بکھرتے ہوئے معاشرے کو سنوار سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنے بچوں کو صرف کامیابی کے بجائے خلوص، دیانت اور احترام سکھائیں، اگر ہم اپنی گفتگو میں نرمی اور اپنے عمل میں سچائی پیدا کریں، اگر ہم دوسروں کے درد کو محسوس کرنا سیکھ جائیں، تو شاید یہ اجڑا ہوا گلستاں دوبارہ آباد ہو جائے۔

آج بھی دنیا کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو نفرت کے موسم میں محبت اگا سکیں، جو اندھیروں میں امید کی شمع روشن کر سکیں، جو ٹوٹتے ہوئے معاشرے کو اپنے کردار سے سہارا دے سکیں۔ کیونکہ قومیں صرف ترقی سے زندہ نہیں رہتیں، وہ اپنے کردار، اپنی تہذیب اور اپنی انسانیت سے زندہ رہتی ہیں۔ اور جب یہ چیزیں مرنے لگتی ہیں تو شہر آباد رہتے ہیں مگر معاشرے ویران ہو جاتے ہیں۔

غزل



موسموں کا اثر نہ جائے کہیں
کوئی منظر بکھر نہ جائے کہیں

خامشی جب بھی بولنے لگ جائے
بات دل کی نکھر نہ جائے کہیں

چند لمحے جو اس نے مانگے تھے
عمر بھر کا سفر نہ جائے کہیں

اس کو چھو لوں تو وقت رک جائے
پھر یہ لمحہ گزر نہ جائے کہیں

آئنے سے بھی خوف آتا ہے
اپنا چہرہ سنور نہ جائے کہیں

کچھ گواہوں کو دفن کر آئے
اب وہ قصہ ابھر نہ جائے کہیں

میں بھی "فیصل" ہوں اس کی چاہت میں
پر وہی شخص مر نہ جائے کہیں



محمد فیضان فیصل، بہار (انڈیا)

ترتیب واہتمام
شیرا جلالپوری، جلال پور، یوپی
shabanaanjumjlp@gmail.com